Copyright by New Era Magazine

Fb/Page/New Era Magazine

جملہ و حقوق بحق نیو ایرا میگزین محفوظ ہیں

مصنف: زمر الٰہی

ناول: چودھویں کا چاند

ناشر: نیو ایرا میگزین

ویب سائٹ: www.neweramagazine.com

ای میل: neramag@gmail.com

info@neweramagazine.com

فیس بک پیج: Fb/Page/New Era Magazine

فیس بک گروپ: New Era Magazine

انسٹاگرام: new_era_magazine

ٹوئیٹر: NewEraMagazine1

خبردار

زمر الٰہی نے یہ ناول (چودھویں کا چاند) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔ اس ناول (چودھویں کا چاند) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنف کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔

لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

Copyright by New Era Magazine

Fb/Page/New Era Magazine

چودھویں کا چاند

(ایک مزاح سے تعلق رکھتی مصنوعی داستان)

زمر الٰہی

نیو ایرا میگزین پبلیشرز

Website: www.neweramagazine.com
Copyright by New Era Magazine

کچھ زمر الٰہی کے بارے میں

میرا نام زمر الٰہی ہے۔ میں نے ایک سال پہلے لکھنا شروع کیا تھا۔ میرا پہلا ناول وہ میرا ستمگر تھا۔ میری خواہش ہے۔ کہ میں کچھ ایسا لکھوں جس سے میرے ملک کے لوگ کچھ سیکھ سکیں۔ کچھ مثبت۔ نظریہ پاکستان کے مقصد کو اُجاگر کروں۔ لوگوں کو بتاؤں کے ایک نظریے سے کیا کچھ نہیں ہم بدل سکتے۔ یہی میری خواہش اور عزم ہے۔

یہ چودھویں کا چاند ایک مزاح سے تعلق رکھتی مصنوعی داستان ہے۔ ایک لڑکی (پاکستان کی بہت سی لڑکیوں کی طرح) جسے لگتا ہے۔ کہ ناولوں کی دنیا حقیقی دنیا ہوتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ مماثلت ہوتی ہے۔ لیکن ہماری ہیروئن تو ان کرداروں سے سبق لینے کی بجاءے گھنٹہ گھنٹہ ان کرداروں کے مرنے پہ سوگ مناتی ہے۔ خیر کہانی پڑھ کر ہی باقی آپ کو اس کی سمجھ آءے گی۔ کہ اس کہانی میں موجود کہانی کس حد تک اچھی لگی۔ آپ سب کی رائے کی منتظر۔

زمر الٰہی

Copyright by New Era Magazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودھویں کا چاند

حُسین وِلا پہ رات آہستہ آہستہ اُتر رہی تھی۔ چاند کا کہیں دور دور تک کوئی تعلق نہ تھا ۔گھورک سیاہ آسمان۔۔۔اور بس سناٹے۔۔۔ عمر دوڑ دنے کیچن میں آتے ہی فریج کا رخ کیا۔اور اندر سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر بغیر ادھر اُدھر دیکھے منہ سے لگالی۔ وہ اس وقت باورچی خانے میں پڑھائی سے تھکا کافی پینے کی غرض سے آیا تھا۔ جب سے اس نے ڈاکٹری پڑھنی شروع کی تھی۔ تب سے یہ اس کا معمول ہو چکا تھا۔ ہر روز رات کو دو بجے یا اس سے پہلے جب بھی نیند آنے کا خطرہ ہوتا۔ فوراً سے پیشتر آجاتا چائے یا کافی بنانے۔۔۔ وہ ابھی شیلف سے پشت ٹکائے پانی ہی پی رہا تھا۔ جب باورچی خانے کی ساکت فضا میں ایک دھیمی سسکی نمودار ہوئی۔اس نے پانی پیتے رک کر قدرِ حیرت سے اردگرد دیکھا۔ وہاں اس کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس نے سر نفی میں ہلایا اور واپس فضا میں ساکت ہاتھ کو چہرے کے قریب کیا ہی تھا۔ پانی ابھی گرنے کو ہی تھا۔ جب ایک بار پھر سے رونے اور گڑگڑانے کی آواز پہ وہ سیدھا ہوا۔اب کی بار آواز واضح تھی۔ اس نے پانی کی بوتل کو ڈھکن لگائے بغیر

Copyright by New Era Magazine

شیلف پہ رکھا۔ اور پشت چھوڑ کر سیدھا ہو گیا۔ کیچن کے بائیں جانب ایک چھوٹا بھنڈار (سٹور) تھا۔ جس کا دروازہ اس وقت بند تھا۔ اور جس پہ نظر گاڑے اس وقت وہ کھڑا تھا۔ ہو نہ ہو ادھر ضرور کوئی ہے۔ نسوانی سسکیاں واضح تھیں۔ اور اگر گھر کی عورت پریشان تھی ۔اور ادھر بیٹھی رو رہی تھی۔ تو یہ اس پہ فرض تھا۔ کہ وہ ان کی مدد کرتا۔ وہ خاموشی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھا اور بند دروازے کو دھکیلا۔۔۔ اچھی بات یہ تھی کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس نے جیسے ہی اندر پاؤں رکھا ٹارچ لائٹ کی روشنی نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ ٹارچ زمین پہ اوندھے منہ پڑی تھی۔ اور پاس ہی گھٹنوں پہ سر دئے وہ بیٹھی تھی۔

طوبیٰ۔۔۔ طوبیٰ کیا ہوا؟ تم ادھر کیوں بیٹھی ہو؟ اور یہ۔۔۔ یہ تم رو کیوں رہی ہو۔ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ طوبیٰ اس کی اٹھارہ سالہ چچازاد تھی۔ جو اس وقت بڑی بکھری بیٹھی تھی۔ عمر کو اپنے عصاب شل ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھا اور اس کو کندھے سے پکڑ کے ہلایا۔

طوبیٰ میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔ تم رو کیوں رہی ہو۔ اس سسکتے وجود کو دیکھنا اس کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔

عمر۔۔۔ عمر میرا سب کچھ لُٹ گیا۔۔۔ عمر میں برباد ہو گئی۔ عمر میرا کچھ نہیں رہا۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اور ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کو بھی چہرے پہ رکھ لیا۔ عمر کو اس کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ البتہ خوف اور بے یقینی کی گھنٹی ضرور بجنے لگی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

طوبیٰ ک۔۔۔ کیا کیا ہے تم نے؟ اسے لگا اس کی آواز کھائی سے آ رہی ہے۔

عمر میں نے اسے روکا بہت روکا۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر وہ نہیں رکی عمر وہ چلی گئی۔ عمر وہ چلی گئی۔

کون؟ تم کس کی بات کر رہی ہو؟ عائشہ، صاعقہ وغیرہ ٹھیک ہیں؟ اسے سب سے پہلے اپنے چچاؤں کی بیٹیوں کا خیال آیا تھا۔

ہاں۔۔۔ وہ ٹھیک ہیں۔ لیکن۔۔۔ لیکن ملیحہ عمر میری ملیحہ نہیں رہی۔ وہ مر گئی۔۔۔ وجدان کی ملیحہ مر گئی۔ وہ روتے ہوئے اس کے کندھے سے جا لگی تھی، عمر نے گہرا سانس لیا۔ اور قدرِ سٹپٹا بھی گیا۔

اللہ اسے جنت میں جگہ عطا فرمائیں۔ مجھے بتاؤں کہاں رہتی ہے تمہاری دوست ہم اس کے گھر افسوس کرنے جائیں گے۔ وہ اسے دلاسہ دے رہا تھا۔

نہیں عمر۔۔۔ میں۔۔۔ میں کیسے جاؤں عمر۔۔۔ وہ روتے ہوئے سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

اچھا بتاؤ کہاں رہتی ہے۔ میں اس کے بھائی وجدان کو کال کرتا ہوں۔ تم اس کے گھر بات کر لینا۔ اسے کندھے سے الگ کرتے اس نے کہا تھا۔ کیا۔۔۔

کیا کہا تم نے؟ روتے روتے ایک دم سے رک کر وہ ذرا صدمے سے پوچھ رہی تھی۔

ہاں ناں۔۔۔ تم مجھے اس کے بھائی کا نمبر دو۔ میں ان کے گھر رابطہ کرتا ہوں۔ تم اپنی دوست کی امی سے افسوس کر لینا۔ پھر سنڈے کو یا پھر صبح خود چلے چلنا۔ چند لمحوں میں ہی اس نے سارا

Copyright by New Era Magazine

منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ طوبیٰ کو ایک دم جیسے سکتہ ہی ہو گیا۔۔۔وہ عمر کو آنکھوں میں آنسوں لئے دیکھتی رہی۔

طوبیٰ حوصلہ رکھو۔ انسان تو آتا ہی جانے کے لئے ہے۔ اسے غم کی تصویر بنے دیکھنا عمر کے لئے بہت مشکل تھا۔ وہ تو ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی بڑی جولی سی لڑکی تھی۔ رونا دھونا اُداسی کہاں اس پہ جچتی تھی۔

چپ۔۔۔بس بہت ہوا۔ نکل جاؤ ادھر سے۔ کب سے بھائی بھائی کی رٹ لگا کر بیٹھے ہوئے ہو۔ شرم نہیں آتی کسی پہ الزام لگاتے ہوئے۔ دونوں ہاتھوں کو غصہ سے زمین پہ مارتے وہ دھاڑی تھی۔ عمر کو لگا اس کے دماغ پہ صدمہ ہو گیا ہے۔

کیا کہہ رہی ہو؟ اسے سمجھ نہیں آئی اس نے کونسا الزام لگایا۔

عمر وہ وجدان کی زندگی، اس کی محبت تھی۔ تم۔۔۔تم اسے کیسے اس کی بہن بنا سکتے ہو۔ طوبیٰ کی آواز اور لہجے میں گہرہ غم تھا۔ عمر سٹپٹا گیا۔

اوہ۔۔۔سوری۔ اسے افسوس سے سر ہلاتا دیکھ کر اس نے ایک بار پھر سے رونا شروع کر دیا تھا۔

طوبیٰ رونا بند کرو۔ اور ایسی لڑکیوں کے لئے نہیں روتے جن کا کردار ہی مشکوک ہو۔ اللہ معاف کرے تم کس طرح کی لڑکیوں کو دوست بناتی ہو۔ عمر کو بہت افسوس ہو رہا تھا۔ طوبیٰ کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔ وہ غصے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ عمر بھی ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

Copyright by New Era Magazine

عمر تم پاگل تو نہیں ہو۔ وہ میری دوست نہیں ہے۔ بلکہ ایک ناول کا کردار ہے۔ اور تم ہو کہ کبھی اسے میری دوست بنانے پہ تُلے ہوئے ہو۔ اور کبھی وجدان کو اس کا بھائی۔ تمہارا مسلہ کیا ہے۔ صدمے سے وہ کہہ رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف عمر کا منہ مارے صدمے اور خفت کے پہلے منہ کھولا اور پھر سرخ ہوا تھا۔

تم ایک گھنٹے سے ایک غیر حقیقی کردار کے مرنے پہ رو رہی تھی۔؟ اسے صدمہ اتنا تھا۔ کہ آواز بھی نہ نکلی۔ طوبیٰ نے سمجھ کے سر ہلا دیا۔

لعنت ہو۔۔۔ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔ طوبیٰ نے ذرا گھبرا کر اسے دیکھا۔ عمر کا چہرہ غصے اور بے عزتی کے احساس سے لال ٹماٹر ہو چکا تھا۔ طوبیٰ کا معصوم دل کانپ اُٹھا۔ اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کے اسے لگا۔ ابھی اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے گا۔ مگر۔۔۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔

شرم تو آتے ہی نہیں ہے جیسے تمہیں۔ ذرا کوئی خُدا کا خوف ہو۔ دو ہفتوں بعد پیپرز ہیں۔ اور تم۔۔۔ تم ادھر (اشارہ کرتے ہوئے) زمیں پہ بیٹھی ایک گھنٹے سے ایک غیر حقیقی کردار کے مرنے پہ سوگ منا رہی ہو۔ اس کا دل چاہ رہا تھا۔ رکھ کے اس کے ایک تھپڑ لگاتا۔ عجیب ہی کوئی عقل سے پیدل لڑکی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

ہاں تو۔۔۔؟ اب بندہ رو بھی نہیں سکتا۔ اور مجھے بھی پتہ ہے۔ کہ میرے پیپرز ہیں۔ میرے سے زیادہ کسی کو فکر نہیں ہے۔ ہڈ دھرمی سے کہتے اس نے وہاں سے نکلنے کی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ایک آدھ جڑ ہی دیتا۔

وہ تو نظر آ رہا ہے۔ کہ تم کتنی فکر مند ہو۔ صبح ہونے دو۔ بتاتا ہوں میں چچی جان کو تمہارے سارے کرتوت۔ اسے جاتا دیکھ کر اس نے بلند آواز میں کہا تھا۔ مگر وہ جواب میں بغیر مُڑے بس ہاتھ کا اشارہ کر کے بھاگ گئی۔

::::::::::::::::

سورج کی کرنیں دم سادھے دنیا کو حصار میں لپیٹے ایک نئے دن کی آمد کا پتہ دے رہی تھیں۔ اس نے ایک لمبی انگڑائی لے کر سامنے پڑے چائے کے کپ سے آخری ٹھنڈا گھونٹ بھرا اور خالی کپ وہیں صوفے کی دائیں ٹانگ کے قریب جُھک کے رکھا۔۔۔ سامنے پڑی ٹیبل ذرا فاصلے پہ تھی۔ اب کیا اُٹھتی اور وہاں رکھتی۔ اللہ پاک نے زمین بھی تو اسی کام کے لئے بنائی ہے۔

پُتر ابا جی نے ملازم نہیں رکھ کے دئے کے تمہارے کھلارے اُٹھاتے پھیریں۔ میری بیٹی کبھی حِل جُھل بھی لیا کرو۔ امی جی کی عقابی نگاہوں نے باورچی خانے سے نکلتے ہی کپ کو بھامپ لیا تھا۔ صوفے پہ، آنکھیں موندے لیٹی طوبیٰ انہیں ایک آنکھ نہ بھائی پالک کی ٹوکری سامنے کی میز سے اُٹھاتے اُنہوں نے اسے جِھڑکا۔ امی جی کی آواز میں ہمیشہ سے ایک رعب سا رہتا

Copyright by New Era Magazine

تھا۔اب بھی وہ رعب اسے نیند میں اسرافیلؑ کا صور لگا تھا۔وہ ہڑبڑا کے اُٹھ بیٹھی۔۔۔اور سامنے ہی گھورتی امی جی کو دیکھا۔

کیا امی جی ابھی تو لیٹی تھی۔۔۔ہونٹ لٹکا کر اس نے کہا تو امی جی کا دل چاہا جوتا اُتار کر ایک لگائیں۔

بیٹا جی رات سونے کے لئے اور دن کام کے لئے ہوتے ہیں۔شرفاء انہی اُصولوں پہ عمل کیا کرتے ہیں۔اور اللہ کا شکر ہے۔کہ تمہارے باپ بھائی کا شمار ابھی شرفاء میں ہی ہے۔اس بسورتی شکل کو دھو کے آؤ۔اور ساتھ ہی یہ کپ بھی۔کپ کی تاکید وہ کیسے بھول سکتی تھیں۔اور تھوڑی دیر وہاں رہتا۔تو انہیں قوی اُمید تھی۔کہ کسی نہ کسی کے پاؤں لگنے سے شہید ہو جانا تھا۔اسی لئے اس کا تحفظ ان کے لئے اول اور اہم تھا۔امی جی کی اتنی پھٹکار اس کے لئے کافی تھی۔وہ جھنجھلاتی، سر کھجاتی۔۔۔اور پاؤں گھسیٹتی اُٹھ گئی۔

کیا تھا اللہ میاں اگر امی جی تھوڑی نرم دل ہوتیں تو۔امی جی کی سخت طبیعت سے محترمہ اکثر نالاں نظر آتی تھیں۔مگر مجال ہے۔جو ایک دن بھی اس نے اپنے رنگ ڈھنگ امی جی کی پسند سے بدلنے کی کوشش کی ہو۔

بھابھی بیگم رشتے کا کہا تھ آپ کو۔امی جی پالک صاف کرنے میں مصروف تھیں جب تائی جان اوپر کے پورشن سے آئیں تھیں۔اوپر کے حصے میں داؤد بھائی اپنے بیٹے عمر داؤد اور اپنی پیاری بیوی ریحانہ کے ساتھ رہائش پزیر تھے۔طوبیٰ اپنی امی کے ساتھ نیچے کے حصے میں رہتی

Copyright by New Era Magazine

تھی۔ جمشید حمزہ داؤد احمزہ کے بھائی پیچھلے دو سال سے امریکہ میں تھے۔ وہ دونوں سال میں دو چکر وہاں کے ضرور لگاتی تھیں۔ مگر اب جب سے مسز فاطمہ دل کی مریضہ ہوئی تھیں۔ تب سے ان کا ذہن بن چکا تھا۔ کہ انٹر کے بعد وہ طوبیٰ کو اس کے گھر کا کر کے خود بھی اپنے شوہر کے ساتھ جا بسیں گیں۔ کہ اب زندگی کا کوئی بھروسہ نہ تھا۔ اور وہ باقی کی ماندہ زندگی اپنے رفیقِ حیات کے ساتھ بِتانا چاہتی تھیں۔

فاطمہ! عجیب باتیں مت کرو۔ بچی کے ابھی پڑھنے کے دن ہیں۔ اور تم یہ باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔؟ تائی جان کو ان کے فیصلے سے رائی برابر اتفاق نہ تھا۔ تبھی سمجھانا چاہا۔

بھابھی وہ پڑھنا بھی تو چاہے۔ پڑھتی تو ہے نہیں۔ بس دن بھر ناول اور ڈراموں کے سوا اس لڑکی کو اور کچھ سوجھتا بھی ہے؟ بس جب دیکھو ان دونوں کاموں میں سے کوئی ایک کام کرتی نظر آتی ہے۔ مجال ہے جو کبھی کہہ دے۔ کہ امی جی لائیں آج میں کھانا بنا دوں۔ لائیں آج میں چائے بنا دوں۔۔۔ لو اور سُنو۔ میری لاڈلی کو ابھی تک ڈھنگ کی چائے تک نہیں بنانی آتی۔ اب آپ بتائیں اور میں کیا کروں؟ اب بھابھی بیگم سے کیا چھُپانا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہی وہ پلی بڑھی تھی۔

وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس طرح کی صورتِ حال میں رشتے والے جب پوچھیں گے۔ کہ لڑکی کی اتنی جلدی شادی کیوں کر رہے ہو۔ یا یہ کہ بچی کو کچھ آتا بھی ہے یا نہیں۔۔۔ تب؟

Copyright by New Era Magazine

اب جھوٹ بولنے سے تو رہے۔ تائی جان نے جو نکتا اُٹھایا تھا درست تھا۔ امی جی پہلو بدل کے رہ گئیں۔

وہ تو طوبیٰ سیکھ ہی لے گی۔ اس معملے میں اُنہیں جیسے قوی اُمید تھی۔ بھابھی بیگم مسکرا دیں۔ وہ فیصلہ کئے بیٹھی تھیں۔ اب بار بار انہیں منا کر مناسب نہیں لگتا تھا۔ سو خاموش ہو گئیں۔ اور ساتھ ہی پالک صاف کرتیں کپڑوں کی سیل کا تذکرہ کرنے لگیں۔ اور فاطمہ اُنہیں بڑے دھیان سے سُننے لگیں۔

حُسین وِلا میں رہنے والوں کی ایک خوبی بہت قابلِ داد تھی۔ کہ اس گھر کے سب افراد مل جُل کے رہنے والے تھے۔ حمزہ (دادا) کے چار بیٹے تھے۔ داؤد حمزہ اور جمشید حمزہ ایک گھر میں جبکہ ارسلان حمزہ اور چوتھے نمبر کے بلال حمزہ ایک گھر میں رہتے تھے۔ اسلان حمزہ اور بلال حمزہ کا گھر داؤود حمزہ کے گھر کے پہلو میں واقع تھا۔ جس کا ایک دروازہ اس طرف بھی نکلتا تھا۔

::::::::::::::

لاؤنج میں تیز آواز میں ٹی وی چل رہا تھا۔ وہ جس وقت گھر میں داخل ہوا۔ اس کے قدم بھی مکینکی انداز میں اسی جانب ہو لئے۔ طوبیٰ درمیانے بڑے صوفے پہ چونکڑی مارے جھولی میں کوشن رکھے نمکو کی بھری پلیٹ کو اوپر دھرے نظر سامنے ٹی وی پہ جمائے ہوئے تھی۔ عمر نے گلا کھنکار کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا مگر بھلا ہو سامنے چلتے منظر کا جو ایسا ہونے دے۔ ہیرو، ہیروئن کا ہاتھ پکڑے کوئی ڈائلوگ بول رہا تھا۔ جسے سُن کر ہیروئن کے دونوں گال

Copyright by New Era Magazine

دھکنے لگے تھے۔ عمر نے ایک ناگوار نظر سکرین پہ چلتے منظر کو دیکھا اور پھر نظر پھیر کر طوبیٰ کو۔ ہاتھ پلیٹ میں ساکت نظر سامنے کے منظر پہ۔۔۔

طوبیٰ طوبیٰ۔ پہلی آواز پہ جب محترمہ طوبیٰ ٹس سے مَس نہ ہوئیں تو اسے قدرِ بگڑ کر دھاڑنا پڑا تھا۔ طوبیٰ تو جیسے اس آفت پہ دہلا ہی گئی۔ دل پہ ہاتھ رکھ کے غصے سے عمر کو گھورا۔ عمر کے ماتھے پہ بھی ان گنت بل تھے۔

کیا ہے؟ قدرِ روکھائی سے پوچھا گیا۔ عمر کا دل چاہا رکھ کے ایک لگائے اور پھر کہے کہ تمہارا سر۔ مگر پھر محض دانت کچکچا کر رہ گیا۔

سارا دن اس طرح کی خرافات دیکھتی ہو۔ اور رات کو واہیات قسم کے ناول پڑھتی رہی ہو۔ طوبیٰ بی بی ہوش کرو۔ پرچے سر پہ آئے کھڑے۔۔۔ چچی جان کے کان جو باہر ہی لگے تھے۔ عمر کی بات پہ فوراً کھڑے ہوئے۔ وہ ہاتھ میں ڈوئی پکڑے فوراً برامد ہوئیں۔ اس نے سُنانا بھی تو اُنہی کو تھا۔ آرام سے آگے بڑھا اور منہ بگاڑتی طوبیٰ کی جھولی سے نمکو کی پلیٹ اُٹھاتا وہیں بائیں جانب کے چھوٹے صوفے پہ بیٹھ گیا۔ طوبیٰ کا منہ کھول گیا۔

طوبیٰ اُٹھو جا کے پڑھو۔ ڈوئی ہاتھ میں پکڑے اشارہ کرتے اسے بھیجنا چاہا۔

چچی جان کل رات کی سُنیں ذرا۔۔۔ سامنے نیلے اور سفید شلوار قمیض میں سفید ہی دوپٹے کو لاپروائی سے گردن کے گرد لپیٹے بگڑے تاثرات کے ساتھ بیٹھی طوبیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تو وہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

Copyright by New Era Magazine

کیا بچے۔۔۔؟ طوبیٰ ڈھیٹ بنے وہیں بیٹھی تھی۔ اور ان کا دل چاہ رہا تھا۔ جوتا اُٹھائیں اور عمر کا لیحاظ کئے بغیر ہی اس کی دھولائی کر دیں۔ مگر اب بات وہ بچپن کی نہ رہی تھی۔ اب انہیں اس کی شادی کی فکر تھی۔ سو محض خون کا گھونٹ پی کے عمر سے پوچھا۔

کل رات یہ محترمہ ایک ناول کے کردار کے مرنے پہ بھنڈار (سٹور) میں زمین پہ سخت مچھر میں بیٹھی سوگ منا رہی تھیں۔ مسکراہٹ روکے اس نے لہجے کو ذرا بی جمالو جیسا بناتے ہوئے کہا۔ تو فاطمہ چچی کا دل چاہا ماتھ پیٹ لیں۔۔۔ اپنا نہیں اپنی اٹھارہ سالہ بیٹی کا۔ ان کی نظریں عمر سے ہٹتی طوبیٰ پہ جا ٹھہری تھیں۔ جو عمر کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ ماں کو گھورتا دیکھ کر سٹپٹا گئی۔ اور فوراً سر جُھکا لیا۔ عمر نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ہونٹوں پہ مچلنے سے روکی۔

امی جی جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ عمر کا بچہ۔۔۔ ابھی لفظ اس کے منہ میں ہی تھے۔ جب امی جی کا ہاتھ جوتے کی طرف جاتا دیکھ کے طوبیٰ کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگی۔ عمر داؤد نے بمشکل اپنی ہنسی روکی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اوکے چچی جان اب میں ذرا پڑھ لوں۔ سر جُھکا کے اس نے خُدا حافظ بولا اور نمکو کی پلیٹ ہاتھ میں لئے ہی سیڑھیاں چڑھ گیا۔ طوبیٰ کو قوی اُمید تھی۔ کہ نمکو تو واپس رکھ ہی دے گا۔ پر وہ بھی لے گیا۔ بُھکڑ کہیں کا۔ منہ بگاڑ کر اس نے اسے جاتے دیکھا۔ اور پھر یوں ہی سامنے کھڑی گھورتی امی جی پہ نظر پڑ گئی۔ ا

Copyright by New Era Magazine

می۔۔۔امی جی۔وہ۔۔۔وہ عمر جھوٹا ہے۔اس سے پہلے کے امی جی کا ہاتھ اُٹھتا اس نے صفائی میں کہنا چاہا تھا۔

طوبیٰ اگر تم فیل ہوئی۔تو یاد رکھنا کہ میں نے تمہاری شادی کرنے میں ایک دن نہیں لگانا۔اور تمہیں چھوڑ کر تمہارے ابا کے پاس چلے جانا۔اب سوچ لو کہ پڑھنا ہے یا ناول،ڈرامے دیکھنے ہیں۔اُنگلی اُٹھا کے اس کی بات کاٹ کے اُنہوں نے دھمکی دی تھی۔ڈوئی تب بھی ہاتھ میں ہی تھی۔طوبیٰ نے کُھجلی ہوتی زبان کو دانتوں تلے دبایا۔اور تیزی سے امی جی کے سامنے سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں ننگے پاؤں ہی بھاگ گئی۔

:::::::::

طوبیٰ میں نے سُنا ہے،چچی جان تمہاری شادی کر رہی ہیں۔پیسٹری سے انصاف کرتی صاعقہ کو یاد آیا تو جھٹ بات گھومائی۔

کیا بول رہی ہو؟دماغ تو نہیں خراب تمہارا۔ماتھے پہ ناگواری کے بل لئے اس نے صاعقہ کو گھورا تو عائشہ اور صاعقہ بے ساختہ ہنس دی تھیں۔

دانت مت نکالو۔۔۔جو منہ آتا ہے بک دیتی ہو۔کہہ کے اس نے کیچن کے ڈائینگ میز سے ایک پیسٹری اُٹھائی اور پھر دونوں ٹانگیں اوپر اُٹھا کے کرسی پہ بیٹھ گئی۔

لے امی کہہ رہی تھیں۔میں نے تو اس لئے کہا تھا۔ورنہ ہمیں کیا۔۔۔

Copyright by New Era Magazine

ہاں۔۔۔ہاں اس گھر سے تو جائیں گے۔ مگر ہمارے دشمن۔ دشمنوں کو بھیجیں گے ہم اس گھر سے۔ عمر ماتھے پہ ناگواری کے بل لئے اپنے پورشن سے نیچے اُتر رہا تھا۔ سفید شرٹ اور نیلی جینز پہنے مضبوط کلائی پہ بڑے ڈائل کی خوبصورت گھڑی باندھے، خشبوؤں میں لپٹا عمر داؤد جس کی شخصیت اس کے غرور اور ذہانت پہ اس کی یونی کی لڑکیاں دیوانی تھیں۔ باورچی خانے کے قریب سے اسے گُزرتا دیکھ کے طوبیٰ نے جانتے بوجھتے بلند آواز میں کہا۔ تو وہ اپنے دھیان گُزرتا ٹھِٹک گیا۔

کون؟ عائشہ نے اسے مسکراتا دیکھ کے ابرو اُٹھا کے پوچھا تو وہ مسکرا کر ہاتھ میں پکڑی آدھی کھائی پیسٹری دوبارہ کھانے لگی۔

مجال ہے جو میں نے تم لوگوں کو ایک دن بھی اکھٹے پڑھتے دیکھا ہو۔ ہر وقت باتوں کے سوا تم لوگ کوئی اور کام بھی کرتی ہو؟ اپنے دھیان وہ کچر کچر پیسٹری کھانے میں مصروف تھی۔ جب عمر داؤد باہر گیراج سے ہی واپس لوٹ آیا تھا۔ یہ تو طے تھا۔ کہ عمر داؤد کبھی بھی طوبیٰ کی کسی بات کو گرنے نہیں دے گا۔ ہر بات کا جواب اس کے پاس ہوتا تھا۔ جب کوئی جواب نہ بن پاتا۔ تو اس نے کونسا ہارنا سیکھا تھا جھٹ پڑھائی پہ طنز کر دیتا۔ جانتا تھا۔ کہ یہاں آ کے طوبیٰ کی ساری لفاظی ہوا ہو جاتی تھی۔ وہ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی تھی۔ جیسے ابھی بدمزہ ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

بولو بھی اب جواب بھی دو۔ پیپرز میں گنے چُنے دن رہ گئے ہیں۔ اور تم لوگوں کے ڈرامے ہی ختم نہیں ہو رہے۔ چوبیس گھنٹے فضول گوئی اور فضول کاموں کے سوا کوئی ڈھنگ کا کام ہو جو کبھی تم تینوں نے کیا ہو۔ تینوں سر جھکائے بیٹھیں تھیں۔ دو پریشان تھیں۔ جبکہ تیسری سر تو جُھکائے ہوئے تھی۔ مگر ندامت کا نشان تک نہیں تھا۔ بلکہ محترمہ بڑی دل جمی سے پیسٹری کے بخیے اُدھیڑ رہی تھیں۔ عمر دانت پیس کے رہ گیا۔

طوبیٰ بی بی آپ سے مخاطب ہوں میں۔ جواب میں مسلسل خاموشی اس سے برداشت کہاں سے ہو رہی تھی۔ تبھی راہداری چھوڑ کر اس کے قریب آیا اور بازو سے ذرا جھٹکا۔ طوبیٰ نے بڑی کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

عمر کیا مسئلہ ہے؟ جب دیکھو بس لڑنے کو تیار رہتے ہو۔ لڑاکا طیارہ۔ ناک منہ چڑھا کے اس نے بہت ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔ عمر نے بمشکل ہنسی روکی۔ ا

چھا میں لڑاکا اور تم اتنی پھولن دیوی۔ رہتی نہیں کہیں اتنی تم۔ وہ جب چڑھتی تھی۔ عمر کو بہت مزہ آتا تھا۔ ہاں ہوں میں پھولن دیوی۔ پھر؟

اوہ۔۔۔ عمر بھائی آپ کہیں جا رہے تھے ناں۔ اس سے پہلے کہ جواب مین وہ کچھ کہتا عائشہ نے یاد دلیا۔

کیوں تم نے بھی جانا ہے۔؟ عائشہ گڑبڑا گئی۔

نہ۔۔۔ نہیں میں نے تو اس لئے کہا تھا۔ کہ آپ کو دیر ہو رہی ہو گی۔

Copyright by New Era Magazine

شام ٹھیک آٹھ بجے کتابیں لے کے میرے کمرے میں آ جانا۔ کوئی بہانہ گھڑا تو یاد رکھنا تم لوگوں کی امیوں کو بتا دوں گا۔ کہ سارا دن طوبیٰ کے گھر بیٹھ کے تم لوگ ڈرامے دیکھتی ہو۔ اس نے جانے سے پہلے ایسی دھمکی دی تھی۔ کہ عائشہ صاعقہ بغلیں جھانکنیں لگی تھیں۔ عمر جانتا تھا۔ کہ وہ گھر کہہ کے آتی تھیں۔ کہ طوبیٰ کے ساتھ بیٹھ کے پڑھیں گی۔ اب عمر کی شکائت کا مطلب تھا۔ کہ بیس بائیس دن کے لئے طوبہ کے گھر اس سے ملنا جُلنا بند۔ ناول پڑھنے بند۔۔۔ اور آج کل تو ایک ڈرامے کا اختتام چل رہا تھا۔ ایسے میں ایک ساتھ پابندیاں ان تینوں کے معصوم دل کہاں برداشت کر سکتے تھے۔ فوراً اُٹھ کر دونوں اپنے گھر بھاگ گئی تھیں۔ اور عمر واپس اپنے کمرے کی جانب مُڑ چُکا تھا۔

"لڑاکا طیارہ۔۔۔ بڑبڑا کر وہ بھی اُٹھ گئی۔

کیا تھا اللہ میاں اگر یہ عمر داؤد اس گھر میں پیدا نہ ہوتا۔ دعا کی صورت ہاتھ اُٹھا کر چھت کی طرف منہ اُٹھا کے اس نے خاصے رقت آمیز لہجے میں کہا تھا۔ اس کی زندگی میں سارے مسلے عمر کے ہونے سے تھے۔ پڑھائی میں وہ ٹوپ کرتا۔ اور امی جی کی ڈانٹ پھٹکار اس کو سُننا پڑتی۔ باورچی خانے میں اگر وہ اپنی امی کی مدد کرتا تھا۔ تو اس میں بیچاری طوبیٰ کا کیا قصور تھا۔ امی جی خوب عمر کو داد دیتیں۔ اور اسے نصحتیں کی جاتیں۔ بابا آتے تو عمر صاحب فوراً جوتا لے کے کھڑے ہو جاتے۔ اور امی جی کی گھوریاں اسے برداشت کرنا پڑتیں۔ کیا زندگی

Copyright by New Era Magazine

ہے میری بھی۔ اچھی بھلی میں خوش ہوتی اگر ایک یہ عمر داؤد نہ ہوتا تو۔ اپنے کمرے کی جانب جاتے پونی جھولاتے اس نے سوچ کے سر جھٹکا تھا۔

::::::::::::

اکثر لوگوں کی زندگیاں منجھدہار کی مانند ہوتی ہیں۔ جن میں چکر پہ چکر چلتے ہیں۔ ہر چیز ایک طوفان کے حصار میں رہتی ہے۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اسے قوی اُمید تھی۔ کہ اس بار امتحانات اچھے ہوئے ہیں۔ تو ریذلٹ بھی اچھا آئے گا۔

نتیجے کے آنے سے ایک رات قبل دل کے سارے وسوسوں کو اندر ہی ایک قبر کھود کر اس نے اس میں دفن کر دیا تھا۔ بلکہ صاعقہ عائشہ کو بھی وہی حوصلے پہ حوصلہ دے رہی تھی۔ مگر۔۔۔ مگر ہوا کیا ان دونوں کے نمبر اس سے زیادہ آ گئے تھے۔ اور محترمہ طوبیٰ اس وقت امی جی کی صلواتوں کے نیچے تھی۔ وہ بمشکل پاس ہو پائی تھی۔ وہ بھی دوسری ڈویژن کے ساتھ۔ اس وقت امی جی ہوا کے ساتھ باغ میں گرنے والے پکے عام کی طرح خاندان بھر کے سامنے اس پہ برس رہی تھیں۔ اس کی عزت افزائی کر رہی تھیں۔ اور وہ اس حالت میں بھی نہیں تھی۔ کہ محض معافی ہی مانگ لیتی۔ آنسو بڑی روانی سے اس کی آنکھوں کے سیل سے بہہ بہہ کے اس کے جامنی کُرتے (جسے خصوصاً اس نے نتیجے کے روز پہنے کے لئے بنوایا تھا) کے گلے میں جزب ہو رہے تھے۔ کہتی تھی میں۔

کہتی تھی طوبیٰ پڑھ لے۔نہ کر وقت ضائع۔نہ باپ کے پیسے کو تباہ کر۔ مگر نہیں جی۔ طوب بی بی اٹھارہ سال کی کیا ہوئیں۔ پَر لگ گئے۔ مہرانی کو لگتا تھا۔ماں کو کیا پتہ۔ایسے ہی بولتی ہے ۔پاگل ہے چُپ کر جائے گی۔لاؤنج میں وہ وسطیٰ صوفے پہ پسکڑا مارے جھولی میں کوشن رکھے۔اوپر ٹیشو کا ڈبہ دھرے بہتی ناک اور برستی آنکھوں کو صاف کرتی سامنے کھڑی امی جی اور تائی جان کو سُن رہی تھی۔ تائی جان امی جی کا غصہ کم کرنے کی کوشش میں ہلکان تھیں۔ تایا ابا بھی اس کے ریذلٹ کی خاطر آج اس کے کہنے پہ گھر آ گئے تھے۔ عمر بھی گھر میں ہی تھا۔ بلکہ اس وقت سامنے کے صوفے پہ بیٹھا۔ اپنے ابا کا لایا ہوا کیک بڑے مزے سے کھانے میں مصروف تھا۔ یہ اس کا دوسرا پیس تھا۔ روتے ہوئے بھی طوبیٰ نے غور رکھا تھا۔ اور روتے ہوئے بھی اسے خوف تھا۔ کہ وہ اس کا حصہ بھی نہ کھا جائے۔

فاطمہ بس بھی کرو۔ دیکھو بچی رو رو کر پہلے ہی ہلکان ہو رہی ہے۔ تایا ابا نے قریب بیٹھتے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے امی کو چُپ کروانا چاہا تھا۔ مگر امی جی اور بھڑک اُٹھیں۔ طوبیٰ کے رونے میں بھی شدت آ چکی تھی۔

تایا ابا قسم لے لیں اس بار میں نے دل لگا کر پڑھا تھا۔ امتحانات بھی اچھے ہوئے تھے۔ عمر نے پڑھایا تھا مجھے۔ سارے گھر والوں کو وہ یہ یقین دلانا چاہتی تھی۔ کہ اس بار اس نے پڑھا تھا۔ مگر بورڈ والوں نے زیادتی کی ہے۔

Copyright by New Era Magazine

ہاں ہاں مجھے پتہ ہے۔ تم بس اب رونا بند کرو۔ اور اُٹھ کر کیک کھاؤ۔ دیکھو۔۔۔ میں اپنی بیٹی کے لئے لایا ہوں۔ جاؤ ریحانہ میری بیٹی کے لئے کیک لے کے آؤ۔ محبت سے پچکارتے اس کا سر سہلاتے تایا اب نے تائی امی کو کیچن کی طرف بھیج دیا تھا۔ وہ مسکراتیں امی جی کا ہاتھ پکڑ کر اُنہیں وہاں سے لے گئی تھیں۔ امی جی اب اس فیصلے پہ پختہ ہو چکی تھیں کہ اُنہیں ہر صورت طوبیٰ کی شادی کر دینی ہے۔

::::::::::::::

دن بھر کی تھکاوٹ اور بھاگ دوڑ سے اس کے سارے جسم میں تھکاوٹ سی بھر گئی تھی۔ نیند سے آنکھیں جھل ملا گئی تھیں۔ مگر وہ اس سب کے باوجود کافی بنانے کیچن میں آ گئی۔ کافی کا مگ بنا کے اس نے باغیچے کا رُخ کیا جہاں رات کی رانی کی خشبو نے چھنتی چاندنی میں ایک طِلسم سا بکھیر دیا تھا۔ نرم ٹھنڈی گھاس پہ چلتے ہوئے بھاپ اُٹھاتے مگ کے ساتھ راحت بخشتی ہوا میں چلنا ایک خوش گوار احساس تھا۔

تو کیا امی جی سچ میں میری شادی کر کے مجھے بھیج دیں گی؟ اپنے اندر سے اس نے اُداسی سے سوال کیا۔ تو جواب بڑا سنجیدہ موصول ہوا تھا۔

تم نے تنگ بھی تو بہت کیا ہے اُنہیں۔ ہاں سہی کہا (خود سے گفتگو چل رہی تھی اس وقت) کیا تھا جو میں عمر کی طرح پڑھ لیتی۔ امی جی کے ابا جی کے ارمان پورے ہو جاتے۔ کیا تھا جو میں اُنہیں تھوڑی خوشی دے دیتی تو۔ گھاس پہ چلتے خاموشی میں اپنے ساتھ گفتگو کرتے اسے اپنے

Copyright by New Era Magazine

رویے کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ آج ایک ہفتے میں دوسرا رشتہ اس کے لئے آ چکا تھا۔ جسے پہلے ہی کی طرح شام کی چائے پہ تایا ابا نے امی جی اور تائی جی کے مشورے کے دوران ناپسند کر دیا تھا۔ ابا جی کو بھی اس رشتے میں کوئی خاص خوبی نظر نہیں آئی تھی۔ لڑکا اچھا پڑھا لکھا تھا۔ خوبصورت بھی تھا، بس شہرت کی وجہ سے مار کھا گیا تھا۔ عمر کے ذمہ تھا کہ ہر آنے والے رشتے کے بارے میں مکمل جانچ پڑتال وہی کر رہا تھا۔ اور پہلے رشتے میں جہاں اس نے لڑکے کا جھوٹ پکڑا تھا۔ کہ بقول لڑکے کی والدہ کے گاڑیوں کے شوروم میں حصہ دار ہے۔ وہیں عمر نے تلاش کا کام شروع کرتے ہوئے بتا دیا تھا۔ کہ جھوٹ ہے۔ لڑکا اس شو روم میں ایک معمولی ملازم تھا۔ مگر حصہ دار بالکل نہیں تھا۔ اب دوسرے رشتے میں لڑکے کو دیکھتے ہی عمر نے بتا دیا تھا۔ کہ لڑکا اسی کے کالج کا تھا۔ مگر لڑکیوں کو چھیڑنے کے جرم میں نکالا جا چکا تھا۔ اب صورت حال یہ تھی۔ کہ امی جی کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ اس کی جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصدق کریں اور اسے پیا گھر سدھار کر خود اپنے میاں کے پاس چلی جائیں۔ مگر کفِ افسوس کے کوئی اچھا رشتہ بھی تو مل کر دے۔

کیا سوچا جا رہا ہے؟ اپنے پیچھے بہت قریب سے گونجتی مدھم مگر باوقار آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ ڈر کے ایک قدم پیچھے ہٹی۔ عمر اس کی حالت سے لطف اُٹھاتا ہنس دیا تھا۔ طوبیٰ نے بڑی ناگواری سے اُسے دیکھا۔ نیلی ٹی شرٹ میں سیاہ ٹراوزر پہنے دونوں ہاتھوں کو دائیں بائیں ٹراوزر کی جیبوں میں ڈالے مسکراتا عمر داؤد مکمل اعتماد اور وجاہت کے ساتھ اس کے سامنے

Copyright by New Era Magazine

تھا۔ طوبیٰ نے ایک نظر اسے دیکھ کر سامنے باغیچے کے جنوب میں گھر کی دیوار کی جانب پُشت کئے پھولوں کی کیاریوں کے پاس پڑے سنگی بینچ کی جانب رخ کیا تھا۔

لگتا ہے محترمہ کا موڈ خراب ہے۔ جواب نہ پا کر اسے حیرت ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے ہی چلتا کچھ فاصلے پہ بیٹھ گیا۔ بولو بھی۔۔۔ طوبیٰ خاموشی سے بس کافی پیتی رہی۔

رشتے سے انکار کی وجہ سے تو نہیں ناراض؟ سپاٹ چہرے کے ساتھ کافی کے گھونٹ بھرتے دیکھ کر اس نے ذرا سنجیدہ ہو کر پوچھا تو طوبیٰ کے سر پہ لگی تلو بُجھی تھی۔ کھا جانے والی نظروں سے گھورا تو عمر کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اور ہنستے ہوئے اس کی جھلملاتی پونی کے بال کھینچ دئے۔

اب تم بول نہیں رہی تھی تو مجھے لگا تم اسی وجہ سے شائد مجھ سے ناراض ہو۔۔۔ دیکھو یار تم کونسا ادھر اب زیادہ دن رُکنے والی ہو۔ خامخواہ ناراض ہو کر کیوں ماحول کو خراب کرنا۔

میں کہیں نہیں جا رہی سُنا تم نے۔ یہ دن میں سپنے دیکھنے بند کر دو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ وہ اپنی کہے جا رہا تھا۔ اور مسلسل بولتا طوبیٰ کا ضبط آزمہ رہا تھا۔ آخر تنگ کر اس نے کہہ ہی دیا۔ عمر نے ہونٹوں پہ مچلتی مسکراہٹ روکی۔

میں دن ہی نہیں آج کل رات میں بھی خواب دیکھ رہا ہوں۔ اور قسم سے جب سے تم میرے خوابوں میں آنے لگی ہو۔ ہر رات ڈر جاتا ہوں۔ بھوتنی کہیں کی۔۔۔

عمر رررر۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ تم۔ پاؤں پٹخ کر اس نے جانے کی کی تھی۔ غصے سے اس کا چہرہ لال پڑ رہا تھا۔ عمر نے بازو سے پکڑ کر واپس بیٹھا دیا۔

Copyright by New Era Magazine

اچھا بھئی سوری۔۔۔ چلو اب اچھے بچوں کی طرح بتاؤ کیا بات ہے؟

کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے بس نیند آ رہی ہے۔ اور میں سونے جا رہی ہوں۔ نظر ملائے بغیر اس نے سامنے دیکھتے پودوں کو کہا تھا۔ ہوا کے دوش پہ پودوں کے سبز سبز بال لہرا رہے تھے۔

سوچ لو۔ چچی جان میری ہر بات مانتی ہیں۔ کیا پتہ میں تمہاری کوئی مدد کر دوں۔ چہرے کو کھوجتے اس نے کہا تو طوبیٰ نے بڑی ناگواری سے دیکھا۔ ایک تو اس کو اس بات کا برا زعم ہے۔ ویسے بول بھی تو سچ ہی رہا ہے۔

اچھا جیسے تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟ سوچتے ہوئے بڑے تنک کر پوچھا تو وہ دھیمے سے مسکرا دیا۔ سب کچھ جو تم چاہو۔ جواب بڑا ذو معنی تھا۔ طوبیٰ گڑبڑا گئی۔

اچھا۔۔۔ تو۔۔۔ تو امی جی کے پاس جا کے اُنہیں کہہ سکتے ہو۔ کہ وہ ابھی میری شادی نہ کریں۔ مجھے بھی ابا کے پاس اپنے ساتھ ہی لے جائیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں اُنہیں بالکل بھی تنگ نہیں کروں گی۔ پڑھوں گی بھی سہی سے۔ ہر بات بھی اُن کی مانوں گی۔ اور سارے کھانے بنانے بھی سیکھ جاؤں گی۔ بلکہ۔۔۔ بلکہ میں۔۔۔ میں گھر کا سارا کام بھی کر دیا کروں گی۔ بس پلیز عمر امی جی کو منا دو۔ میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پلیز عمر۔۔۔ زندگی میں شائد یہ کوئی پہلا موقع تھا۔ جب وہ عمر کی اتنی منتیں کرتے ہوئے کچھ مانگ رہی تھی۔ ورنہ ہر بار تو بس رعب ڈالتی، حکم دیتی تھی۔ عمر مسکرا دیا۔ وہ شائد اسی لئے پریشان تھی۔

Copyright by New Era Magazine

اچھاااا۔بس اتنی سی بات تھی۔ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں۔مگر وعدہ کرو جو تم نے ابھی ابھی کہا ہے سب کرو گی۔کہنے کے ساتھ عہد لینے کو اس نے ہتھیلی بھی سامنے کر دی تھی۔طوبیٰ نے جھجکتے ہوئے ہاتھ تھام کر اگلے ہی لمحے چھوڑ دیا۔اور اُٹھ کر پونی جھولاتی گھر کی جانب آگئی۔عمر نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا۔اور پھر چاند کو دیکھتے ہوئے سر سنگی بینچ کی پُشت سے ٹکا لیا۔

::::::::::::::

امی جی کے الفاظ نے اُسے دھنگ کر دیا تھا۔وہ آنکھیں پھاڑے منہ کو کھولے ورطۂ حیرت میں ڈوبی خالی راہداری کو دیکھ رہی تھی۔جہاں سے ابھی ابھی وہ گئی تھیں۔وہ اس کے سر پہ بمب پھوڑ کر خود اُس کی تباہ کاریاں دیکھنے کے لئے وہاں بالکل بھی نہیں رُکی تھیں۔جیسے آئیں تھیں ویسے ہی چلی بھی گئیں۔کھولے منہ کو اس نے ذرا وقفے بعد بند کیا۔پھٹی آنکھوں کو اپنی جگہ پہ واپس ری سیٹ کیا۔ڈھیلی پونی دوبارہ کسی۔۔۔حیرت و بے یقینی اس قدر تھی۔کہ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔کہ کیا ظاہر کرے۔وہ خاصی اچھنبے کا شکار معلوم ہوتی تھی۔

یہ عمر کا بچہ میرے سے شادی کرے گا۔اس کی کی ہمت کیسے ہوئی۔میسنیٰ کہیں کا۔تب کہہ رہا تھا۔کہ امی جی کو روکے گا۔اور اب دیکھو۔اس کو اللہ پوچھے دھوکے باز کہیں کا۔اسے حیرت تھی شدید حیرت۔اور اس بات پہ حیرت تھی۔کہ ایک شخص جو دن رات اُس کی شرارتوں

Copyright by New Era Magazine

اور بد تمیزیوں سے تنگ اور اُکتایا ہوا پھرتا تھا کیسے ایسی لڑکی سے شادی کے لئے رضامند ہو گیا۔ کیسے وہ مان گیا۔ ایک ناپسندیدہ لڑکی کے ساتھ ساری زندگی گُزارنے کے لئے۔

ہاں ہاں عمر کونسا کسی ریاست کا شہزادہ ہے۔ اور پھر میرے میں کیا کمی ہے۔ جو میں ایسی باتیں سوچ رہی ہوں۔ تو کیا ہوا۔۔۔ اگر میں ذرا بد تمیز ہوں اور شرارتی ہوں۔ پڑھائی میں میرا دل نہیں لگتا۔ یا مجھے ڈرامے، موویز اور ناول پڑھنا پسند ہیں۔ خوبصورتی اور سٹائل میں میں بھی کسی سے کم نہیں ہوں۔ اپنی ستون ناک کو ذرا دبا کر اس نے سر کو جھٹکا دیا۔ بالوں کی پونی دوبارہ کَسی اور کمرے سے نکل گئی۔ اس کے قدم عائشہ صاعقہ کے گھر کی جانب تھے۔ یہ تو طے تھا۔ یہ بروقت خبر ان تک دینا اس پہ عین لازم و مضلوم تھا۔ وہ دونوں اس کے چچاؤں کی بیٹیاں ہم خیال ہم راز تھیں۔ اگر بات ان کو نہیں بتاتی۔ تو یہ تو اس کی دوستی پہ سوالیہ نشان تھا۔ اور یہ بات تو وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

بخیر بخیر۔۔۔ آج محترمہ طوبیٰ جمشید نے ہمارے غریب خانے میں کیسے قدم رکھے دئے۔ وہ بھی صبح صبح۔ محترمہ کو تو اس وقت اپنے نرم نرم بستر پہ سوئے ہوئے نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اسے باورچی خانے میں داخل ہوتا دیکھ کر عائشہ نے اپنی فطرت کے عین مطابق میز سے کپ اُٹھاتے بغیر بریک لگائے تبصرہ کیا تھا۔ طوبیٰ نے ایک گھوری سے اسے نوازہ اور اسے بائیں جانب کی کرسی کھینچ کے بیٹھ گئی۔ صاعقہ میرے لئے بھی چائے لانا۔ صاعقہ جو مسکرا کر چائے کے کپ بھر رہی تھی۔ سر ہلا کر اس کے لئے بھی دوسرا کپ اُٹھانے لگی۔

Copyright by New Era Magazine

گونگے کا گُڑ کو نہیں کھا آئی۔ وہ اپنی عادت کے بر خلاف خاموش تھی۔ یہ بات عائشہ سے کہاں ہضم ہونی تھی۔

اب تو چُپ رہنا شائد میری قسمت میں لکھا گیا ہے۔ بول لو تم بھی۔ لہجے کو افسردہ رکھتے کہا گیا۔ عائشہ نے ایک بار اچھنبے سے طوبیٰ کو اس کے سامنے چائے کا کپ رکھتی صاعقہ کو دیکھا تھا۔ ساتھ ہی ابرو سے اشارہ بھی کر دیا۔

کہ کیا ہوا؟ صاعقہ نے شانے اُچکائے۔

کیوں ایسا کیا ہو گیا۔ جو تمہیں چُپ ہونا پڑے گا۔؟ مشکوک نظروں سے طوبیٰ کو دیکھتے اس نے پوچھا تھا۔ صاعقہ بھی طوبیٰ کے دائیں جانب بیٹھ چکی تھی۔ جواب میں طوبیٰ نے گہرہ سانس لے کر بھاپ اُڑاتے کپ کو اُٹھا کر دو تین چائے کے گھونٹ بھرے۔ اس عرصے میں وہ دونوں بہنیں اسی کو دیکھ رہی تھیں۔ اس کی اس ایک آہ نے ان دونوں بہنوں پہ کپکپی طاری کر دی تھی۔ اس قدر سردی تو شائد نانگا پربت کی چوٹی پہ بھی نہ ہو گی۔ جتنی اس کی ایک آہ میں تھی۔

امی نے مجھے سے پوچھے بغیر ہی میری زندگی میں کا تنا بڑا فیصلہ کر دیا۔۔۔ میری۔۔۔ میری تو عقل دنگ ہے۔ مجھے لگ رہا ہے۔ جیسے مجھے سُننے میں غلطی ہوئی ہے۔ انگلیاں چٹخاتے اس نے جانبھوج کے بات کو گھسیٹا تو عائشہ صاعقہ پہلو بدل کے رہ گئیں۔ صاعقہ کو یک دم غصہ آ گیا۔

اوہو طوبیٰ ہوا کیا ہے؟ بغیر بریک کے بات کرو۔

Copyright by New Era Magazine

بات ہی ایسی ہے۔ کہ مجھے الفاظ ہی نہیں مل رہے۔ اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ تو وہ دونوں جو ڈھیلی ڈھالی بیٹھی تھیں جھٹ سیدھی ہو گئیں۔

کیا خیریت کہیں پھوپو تو نہیں آرہیں (ابا کی کزن)۔ دیکھو اگر وہ آرہی ہیں ناں۔ تو بات سُنو اس بار ہم نے اُنہیں اپنی طرف نہیں رکھنا صاف جواب ہے۔ پیچھلی بار بھی۔۔۔۔ چلتی کا نام گاڑی کے مصداق عائشہ بولی تو بولتی چلی گئی۔ طوبیٰ کا دل چاہا اس کا سر پھاڑ دے۔

شَٹ اَپ آشو۔۔۔ بولتی ہو تو بولتی چلی جاتی ہو۔ میری بھی سُن لو۔ عائشہ نے ناک منہ چڑھایا تھا۔

دس منٹ سے گوپی بہو بنے بیٹھی ہو۔ وہ، یہ، یہ، وہ کے علاوہ تو تم کوئی بات نہیں کر رہی۔ جو بھی ہے جلدی بکو۔ صاعقہ کو بھی اب کی بار غصہ آیا۔

یار امی نے ناں۔ میری شادی عمر سے طے کر دی ہے۔ بغیر روکے اس نے جو کہا تھا۔ اس بات نے اُن دونوں کو سکتے کا شکار کر دیا تھا۔ پہلے عائشہ کا منہ کھولا تھا۔ اور صاعقہ جو ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑے بیٹھی تھی۔ حیرت سے ہاتھ میں پکڑے کپ کو واپس رکھا۔

کیا۔۔۔؟ عائشہ کو لگا اُسے سُننے میں غلطی ہوئی ہے۔

کیا؟ صاعقہ کو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ کیونکہ جو خبر طوبیٰ دے رہی تھی۔ وہ کسی خواب سے کم نہ تھی۔ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بنتا تھا۔ کم از کم ان کے لئے تو بالکل نہیں۔ حیرت سے کیا دونون نے ایک ساتھ بولا تھا۔ طوبیٰ نے شانے اُچکا دئے۔

Copyright by New Era Magazine

دیکھا نہیں آیا ناں یقین۔ ایسے ہی مجھے بھی نہیں آ رہا تھا۔ حیرت ہو رہی ہے ناں۔ عمر میرے سے شادی کرنے پہ رضامند کیسے ہو گیا۔ ویسے تو میرے ہر کام اور شوق میں ٹانگ اٹکانا قومی فریضہ سمجھتا ہے۔

ہاں ناں۔۔۔ کہیں عمر سے کوئی زبردستی تو نہیں کر رہا۔ عائشہ نے آنکھیں گھوماتے ہوئے کہا۔ تو وہ ناسمجھی سے اُسے دیکھنے لگیں ا

س بلڈوزر سے کون زبردستی کرے گا۔ ایسے ہی ڈرامے کرتا ہے۔ طوبیٰ کو بالکل یقین نہیں تھا۔

ارے نہیں پاگل۔۔۔ یہ جو مائیں ہوتی ہیں ناں۔ ان کے پاس بڑے طریقے ہوتے ہیں بچوں کو بلیک میل کرنے کے۔ صاعقہ نے کہا تو طوبیٰ کے چہرے پہ فکر نمودار ہوئی تھی۔

اگر ایسا ہے۔ پھر شادی کے بعد تو عمر مجھ پہ بہت ظلم کرے گا۔ کچھ دن پہلے پڑھے گئے ناول میں بھی تو یہی ہوا تھا۔

ہاں وہ تمہیں مارے گا، پیٹے گا۔ اور تم سے اپنے گندے پسینوں والے کپڑے بھی دُھلوائے گا۔ سنسنی پھیلاتے عائشہ نے نیا نکتا اُٹھا تھا۔ ہاں آشو اس دن جو ہم ناول پڑھ رہے تھے۔ اس میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ناول کا ذکر کرتے ہوئے صاعقہ کے چہرے کا رنگ بھی متغیر ہوا ۔ عائشہ کی بات پہ اسے سو فیصد اتفاق تھا۔ طوبیٰ اس ہلاکو خان کے جانشیں سے مار کھانے اور اس کے سامنے گھوٹنے ٹیکنے سے بہتر ہے۔ کہ تم جاؤ اور چچی جان کے پاس جا کر شادی سے

Copyright by New Era Magazine

انکار کر اُنہیں ساری بات من و عن بتادو۔ ورنہ ساری زندگی کے لئے دُکھ تمہارے مقدر بن جائیں گیں۔ اور وہ ظالم انسان تمہیں پھر بتانے بھی نہیں دے گا۔ اور تم بتاؤ گی بھی کیسے۔ کہ چچی جان دل کی مریضہ ہیں۔ اور تم اُنہیں بالکل بھی دُکھ دینا گوارہ نہیں کرو گی۔ صاعقہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جزبے کے عالم میں کہا تھا۔ طوبیٰ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے ان دونوں کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ جس بات کو اتنا معمولی سمجھی تھی۔ وہ اتنی پیچیدہ نکلے گی۔ یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

عاشو، صاقوامی کہہ رہی ہیں۔ کہ جمعہ کو میرا نکاح ہے۔ اور جمعے میں آنے میں اب تو رہ ہی محض دو دن گئے ہیں۔ اب بتاؤ کیا امی جی اتنی جلدی مان جائیں گی؟ اُس کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی صورت بیہہ رہے تھے۔ اس نے رقت لہجے میں کہا تو ان دونوں کی بھی آنکھیں بھیگ گئیں۔ صاعقہ نے بڑھ کر اسے اپنے کندھے سے لگالیا۔

دو دن ہیں تو کیا ہوا طوبیٰ۔۔۔۔ اُنہیں ماننا ہو گا۔ تمہاری پوری زندگی کا سوال ہے۔ یہاں بیٹھ کر آنسو بہا کر وقت ضائع مت کرو۔ جاؤ اور جا کے اپنے لئے اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے لڑو۔ عائشہ نے خاصی جزباتی سی مختصر تقریر کر کے اس کے جوش کو ہوا دی تھی۔ وہ صاعقہ سے الگ ہوتی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

ٹھیک کہا تم نے میں لڑوں گی اور ضرور لڑوں گی۔

ہاں جاؤ۔ اللہ تمہاری مدد فرمائیں آمین۔

Copyright by New Era Magazine

سُنو اسے اپنی زندگی کا آخری میشن سمجھ کے لڑنا۔ کیوں کے اس رشتے کے ہوتے ہی ناول موویز ڈرامے سب بند۔ وہ انسان اتنا ظالم ہے۔ کہ تم سے کام بھی کروئے گا۔ اپنے میلے کپڑے بھی دُھلوائے گے، تم سے کھانے بھی پکوائے گا۔ اور آخر میں تمہاری تعاریف بھی نہیں کرے گا۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ اپنی زندگی کو بچانے

کے لئے خود ہی کوئی دور اندیشی والا قدم اُٹھالو۔ جاؤ اب شاباش۔ کوئی سبق نہیں تھا۔ جو اس لمحے عائشہ نے اُسے نہ پڑھایا ہو گا۔ جاتے جاتے بھی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

جاؤ میری جان۔۔۔ جاؤ۔ ان دونوں کے حوصلے نے اسے بڑا قدم اُٹھانے پہ مجبور کر دیا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ دونوں بھی ایک دوسرے سے نظر چُراتی وہاں سے اُٹھ گئیں۔ ان کے لئے طوبیٰ کا مشکل میں ہونا۔ ایک تکلیف دے امر اتھا۔ وہ بھی اس کے لئے کچھ کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن کیا۔ یہ سوچنے کی بات تھی۔

::::::::::::::

جمعرات : امی جی آپ سے بات کرنی ہے۔ امی جی تکیے کے لحاف بدلنے میں مصروف تھیں۔ اسے راہداری میں کھڑا انگلیاں چٹخاتا دیکھ کر واپس کام میں لگ گئیں۔ البتہ سر ہلا کر اجازت ضرور دی۔ کہ بولو۔

امی میں۔۔۔ میں عمر سے شادی نہیں کر سکتی۔ امی وہ بہت ظالم انسان ہے۔ وہ مجھے شادی کے بعد مارے گا۔ میرے پہ ظلم ڈھائے گا۔ مجھے کسی سے ملنے نہیں دے گا۔ مجھ سے اپنے

Copyright by New Era Magazine

گندے میلے کپڑے دُھلوائے گا۔ پلیز امی مجھے اس ظالم انسان کے ساتھ مت نتھی کریں۔ امی جی میں مر جاؤں گی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہہ رہے تھے۔ اور دل دھاڑیں مار رہا تھا۔ اس وقت اسے اپنا آپ کسی ناول کا مظلوم کردار معلوم ہو رہا تھا۔ وہ روتے ہوئے نیچے قالین پہ بیٹھتی چلی گئی۔ جبکہ امی جی کا منہ حیرت سے نیم وا ہو چکا تھا۔ وہ نا سمجھی سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔

طوبیٰ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ کیا بکواس کر رہی ہو۔ کل تمہارا نکاح ہے۔ سارے انتظامات ہو رہے ہیں۔ اور تم یہ نئی کتھا لے کر بیٹھ گئی ہو۔ قدرِ ناگواری سے روتی بیٹی کو دیکھ کر اُنہوں نے کہا تھا۔

دیکھا امی۔۔۔ دیکھا مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔ اس معاشرے اور اس خاندان کے سامنے ذلت کے خوف سے آپ انکار نہیں کر پائیں گی۔ یہ۔۔۔ یہ معاشرہ یہ لوگ آپ کو مجبور کریں گے۔ کہ آپ اپنی نازوں پلی بیٹی ایک جابر انسان کے حوالے کر دیں۔ مگر پلیز امی ایسا مت کریں۔ کل میں آپ کے پاس آنا چاہ رہی تھی۔ لیکن آپ اور تائی جان گھر پہ نہیں تھیں۔ رونے سے اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ امی کا دل چاہا جوتا اُتار لیں۔ اور اس سر پھِری اولاد کو کے دو لگائیں۔ جس نے ناول پڑھ پڑھ کر انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ مگر پھر چکراتے سر کو سنبھالتے وہ بیڈ پہ ڈِھینے کے انداز میں بیٹھتی چلی گئیں۔ طوبیٰ تیزی سے ان کی جانب بڑھ تھی۔

Copyright by New Era Magazine

امی آپ ٹھیک تو ہیں؟ ان کے گھوٹنے کے پاس بیٹھے اس نے ڈوبڈبائی آنکھوں سے پوچھا تو اُنہوں اس کے ہاتھ جھٹک دئے۔

طوبیٰ اُٹھو اور شکل گُم کرو۔ رات میں جا کر عمر کے ساتھ نکاح کا جوڑا لے کر آؤ۔ کل بس نکاح ہے۔ رخصتی ابھی نہیں ہو گی۔ اب کل تک اپنی شکل بھی مت دیکھانا۔ دانت پیستے اُنہوں نے اس کھا جانے والے انداز میں کہا تو طوبیٰ نے بے اختیار ان دور پڑے جوتے کو دیکھا تھا۔ شکر ہے دور ہی پڑا ہے۔ ورنہ امی جی کا کیا بھروسہ تھا۔

امی جی میری بات۔۔۔ طوبیٰ اب تم کیا چاہتی ہو کہ تمہیں میں ماروں۔ اس سے پہلے کے تمہارا منہ توڑوں شکل گُم کر لو۔ رات آنے دو فون تمہارے باپ کو بتاتی ہوں تمہارے سارے کرتوت۔ تم جیسی منہ زور اولاد کو میرے جیسی عورت نکلیل نہیں ڈال سکتی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ طوبیٰ کی حالت بیگاڑ دیں۔ طوبیٰ نے امی جی کا جلال خوب دیکھا تھا۔ جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

امی جی میری بات سُن لیں۔ میں نے اس ظالم انسان سے شادی نہیں کرنی چاہے آپ خاندان کی جتنی بھی قسمیں دے لیں۔ میں اپنی زندگی تباہ نہیں کروں گی۔ جانے سے پہلے اس نے اپنا آخری فیصلہ سُنایا اور پھر کمرے سے نکل گئی۔ امی جی نے ہونٹ بھینچ لئے۔

::::::::::::

Copyright by New Era Magazine

چچی جان آپ فکر نہ کریں۔ میں جانتا ہوں اس کا مسئلہ کیا ہے۔ آپ بس تیاری کرتی رہیں۔ میں خود اس کو سمجھا لوں گا۔ طوبیٰ کی بات سُن کے وہ اس قدر پریشان ہوئیں تھیں۔ کہ وہ فوراً عمر کے پاس چلی آئی تھیں۔ اور ساری بات سُن کے عمر نے بمشکل تمام اپنی ہنسی روکی۔ کہ اس سے چچی جان مذید پریشان ہو جاتیں۔ اور وہ اس کے دلاسہ پہ پُر سکون بھی ہو گئی تھیں۔

اللہ میرے بیٹے کا بھلا کرے۔ اور اس کملی اور حدائیت دیں۔ آمین۔ اس بے وقوف اولاد نے تو انہیں شرمندہ ہی کر چھوڑا تھا۔ آمین۔۔۔ اب تک اس کو ویسے عقل آجانی چاہے تھی ویسے۔ لیکن چلو کوئی بات نہیں۔ اب بھی کوئی دیر نہیں ہوئی۔ مسکراہٹ روکتے اس نے سوچا اور پھر سامنے بیٹھی چچی جان کو اشارے سے حوصلہ دیا۔ کہ کچھ نہیں ہوتا حوصلہ رکھیں۔ آپ آرام کریں۔ میں کوئی مناسب وقت دیکھ کے بات کرتا ہوں۔ اب مجھے اجازت دیں۔ وہ ان کے کہنے پہ ان کے کمرے میں آیا تھا۔ اجازت لیتا فوراً کمرے سے نکل آیا۔ طوبیٰ بی بی تمہارا کوئی علاج کرنا پڑے گا۔ وہ بھی ڈاکٹر عمر داؤد کے طریقے سے۔

::::::::::

یہ اچھا ہے۔ میرے پہ جچ بھی خوب رہا ہے۔ ڈیپ ریڈ اور گولڈن کام والا بھاری دوپٹہ سر پہ جماتے اس نے قد آدم شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر داد طلب نظروں سے ساتھ کھڑی عائشہ صاعقہ کو دیکھ کر مشورہ مانگا۔ تو ان دونوں نے بھی ڈن کر دیا۔

Copyright by New Era Magazine

شادی سے محترمہ کو انکار ہے۔ مگر شاپنگ بڑی دل جمی سے کر رہی ہیں۔ ان سے کچھ فاصلے پہ بظاہر سٹول پہ بیٹھا عمر داؤد فون میں مصروف تھا۔ مگر اصل میں اس کا سارا دھیان ان تین کی ہی جانب تھا۔

ویسے طوبیٰ شادی سے تم انکاری ہو۔ تو پھر شاپنگ پہ اتنی محنت کیوں؟ گولڈن کام کو دیکھتے اس عائشہ نے خاصا عقل مندانہ سوال پوچھا تھا۔ عمر کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

دیکھو ناں۔ جو سوٹ میں لوں گی۔ میں پسند کروں گی۔ وہ کس کا ہو گا؟ ظاہر ہے میرا۔ تو بے شک میں عمر سے شادی کروں یا نہ کروں۔ سوٹ میرے پاس ہی آنا ہے۔ اس لئے سوچا سوٹ تائی جب مجھے دے دیں گی۔ تو کسی شادی میں پہن کر عمر کو خوب جلاؤں گی جب اس کریلے کا دل جل کر کباب ہو گا ناں قسم سے مجھے بڑا اچھا محسوس ہو گا۔ مسکراہٹ روکتے اس نے کہا۔ تو عائشہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ جبکہ عمر محض افسوس کر کے رہ گیا تھا۔

ایسی بیوی خُدا کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ جو اپنے ہی شوہر کو جلانے کی باتیں کر رہی ہو۔

حد ہے۔ مطلب حد ہی ہے۔ واہ میری شیرنی دماغ تو آپ نے بڑا شیطانی پایا ہے۔ ایسا نوخیز دماغ کہاں سے پایا۔؟ اور ہمیں کیوں نہیں بتایا۔ صاعقہ نے بھی اس کا ہنستے ہوئے کندھا تھپتھپایا تو وہ مصنوعی کالر جھاڑنے لگی۔ عمر سب سُن رہا تھا۔ جل ہی گیا۔

اب بس بھی کرو۔ کتنا ٹائم لگانا ہے۔ ہر کوئی تم لوگوں کی طرح فارغ نہیں ہوتا۔ سٹول سے کھڑا ہو کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ دونوں بھی سوٹ اُٹھا کر اس کی جانب

Copyright by New Era Magazine

بڑھ گئیں۔ کہ بہر حال قیمت تو اُسی نے دینی تھی ناں۔ ابھی سے دیکھو کتنا رعب ڈال رہا تھا۔ یہ آواز صاعقہ کی تھی۔

::::::::::::::::

گاڑی ہموار سڑک پہ ایک تسلسل سے رواں دواں تھی۔ کوئی جھٹکا انہیں تھا۔ زندگی میں اتنے بڑے جھٹکے کے بعد اسے ویسے بھی اب کسی جھٹکی کی شدت محسوس نہ ہو رہی تھی۔

کیا تھا۔ اللہ میاں جو میں پڑھ لیتی۔ کیا تھا جو آپ میرے نمبر ہی چلیں پیپر میں بڑھا دیتے۔ اب دیکھیں میری امی جی کیا کر رہی ہیں میرے ساتھ۔ نمبر نہیں بڑھانے تھے۔ تو اس عمر کو ہی کیوں چُن لیا آپ نے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا۔ اپنے سے اگلی سیٹ میں اپنا سر دے مارے۔ مگر افسوس کے وہ عمر کی سیٹ تھی۔ جہاں اس لمحے اس کا فون بجا تھا۔

ارے نہیں یار بس امی جی کی خواہش تھی۔ ہاں بس کیا کیا جا سکتا ہے۔ زندگی سے سب آرام ختم۔ ہاہاہا۔۔۔ تو؟ شکر کرو تم بچے رہے۔ گاڑی چلانے کے دوران عمر داؤد کی آواز پہ ان تینوں کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تینوں پیچھلی سیٹ پہ بیٹھیں تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔ یک طرفہ گفتگو کچھ پلے نہیں پڑ رہا تھا۔

ہاں بس ایک چھری اور۔۔۔ اور ہاں ایک رسی ضروری ہے۔ ہاں تم چلے جانا۔۔۔ بلکہ تم بھیج دینا۔ میں۔۔۔ میں نہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد وہاں میرا ہونا سہی نہیں ہو گا۔ عمر کی باتوں سے وہ بہت کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ اور جو سمجھ رہی تھیں۔ اس نے ان کے رونگٹے

Copyright by New Era Magazine

کھڑے کر دئے تھے۔اور طوبیٰ کا ہاتھ تو بے اختیار ہی اپنی گردن کی جانب گیا۔اور آنسو بڑی شدت سے اس کی آنکھوں کا بند توڑ کر باہر کو نکلنے کو بے تاب ہوئے تھے۔عائشہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گھوٹنے پہ دباؤ ڈالا۔تاکہ حوصلہ رہے۔کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔اور صاعقہ کا دل چاہ رہا تھا عمر کا سر پھاڑ دے۔مگر وہ عمر کے قتل کے بعد جیل بالکل جانا چاہتی تھی۔والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔وہ سب ہی اپنے والدین کے اکلوتے تھے۔سوائے عائشہ کے۔

ہاں تم بھی آجانا۔۔۔اوکے اللہ حافظ۔کچھ دیر بات کے بعد اس نے اختتامیہ کلمات ادا کر کے ڈیش بورڈ پہ فون رکھا۔اور گُنگناتا گاڑی چلاتا رہا۔اس وقت وہ کتنا خوفناک اور کم ظرف لگ رہا تھا۔کاش ان تینوں سے کوئی پوچھتا۔

تم لوگ کچھ کھاؤ گی؟ان تینوں کی خاموشی نوٹ کر کے اس نے ایسے ہی پوچھ لیا۔اور توقع کے عین مطابق انکار آیا۔

نہیں شکریہ۔۔۔بس گھر جانا ہے۔جلد از جلد۔عائشہ کی طرف سے جواب تھا۔عمر کے ہونٹ گول ہوئے۔

اووکے۔۔۔عمر نے بیک شیشے سے کھڑی کے ساتھ بیٹھی طوبیٰ کو دیکھا۔تو اسے لگا وہ رو رہی ہے۔اور اسے سہی ہی تو لگا تھا۔وہ سچ میں اپنی قسمت پھوٹنے پہ رو رہی تھی۔

:::::::::::

Copyright by New Era Magazine

آج پہلا کیس دیکھ رہی ہوں۔ جس میں لڑکی مرنے سے پہلے مہندی لگوا رہی ہو۔ وہ بھی پورے ارمانوں سے۔ صاعقہ کا کام اس کے مہندی لگانا تھا۔ اور اب اس کے گرد دائرہ بنا کر وہ دونوں بیٹھی تھیں۔ اور وقتاً فوقتاً اسے مزاق کر رہی تھیں۔ ہاں۔۔۔

لگا لو ریکارڈ جتنا لگانا۔ میری بھی دعا ہے۔ کہ تم دونوں کو ایسے سسرال والے ملیں۔ کہ عقل ٹھکانے آجائے تم لوگوں کی۔ ساس بیگم جب تم دونوں کے ڈرامے بند کرے گی۔ اور جب تم سے اپنے لئے چھالئے منگوائے گی۔ اور۔۔۔ اور جب

بس بی بی۔۔۔ ہو گئی غلطی۔ وہ اپنا سارا غصہ اس نے ان دونوں پہ نکالا تھا۔ عائشہ نے اسے ڈرون گراتے دیکھا تو ہاتھ جوڑ دئے۔

ویسے طوبیٰ اگر تمہاری شادی سچ میں عمر داؤد سے ہو گئی تو؟ سوچا تم نے کچھ کے اس کے بعد تم کیا کرو گی۔

آہائے لڑکی۔۔۔ منہ نہ اچھا ہو تو بندہ بات ہی اچھی کر لیتا ہے۔ اگر مجھے اپنی مہندی خراب ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہیں بتاتی۔ صاعقہ کی بات اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ تبھی ہتھے سے اُکھڑ گئی۔ صاعقہ نے خاموشی میں ہی عافیت جانی اور چپ ہو گئی۔ پر عائشہ کو صاعقہ کا سوال پسند آیا تھا۔

نہیں یار طوبیٰ پھر بھی۔ کچھ تو سوچا ہو گا تم نے۔ میں نے کیا سوچنا بس سامان باندھنا اور بھاگ جانا ابا کے پاس اور کیا۔ امی جی رہیں اپنے اس لنگور کے پاس۔ کمرے میں ان تینوں کے سوا

Copyright by New Era Magazine

اس وقت کوئی موجود نہ تھا۔لاؤنج میں سب مرد حضرات اور خواتین مہمان و میزبان سب چائے اور باتیں دونوں ایک ساتھ بھگا رہے تھے۔اور شور سے اس کی پریشانی کی بدولت اس کا کمرا خالی تھا۔جہاں کے سفید بلب کی روشنی میں وہ تین پاگل سی لڑکیاں اس رات کو یادگار بنانے کی سہہ میں تھیں۔طوبیٰ جانتی تھی۔کہ وہ دونوں اس کے لئے پریشان ہیں۔اور وہ سمجھ رہی تھیں۔کہ طوبیٰ بھی آنے والے وقت کو سوچ کر گھبراہٹ کا شکار تھی۔اور وہ اسے اس سب سے بچانے کو مسلسل بور رہی تھیں۔

ویسے طوبیٰ دیکھا جائے تو عمر اتنا بھی ناقابلِ قبول نہیں ہے۔بس تھوڑا سا برداشت کرنا پڑے گا۔تو یہ عظیم قربانی میری شہزادی تم کیوں نہیں دے دیتی۔صاعقہ جو بڑے متانت سے اسے سمجھانے کا سوچ رہی تھی۔منہ بنا کر رہ گئی۔

اچھا ابھی اچھا اچھا سوچو اور شُوب شوب بولو۔تاکہ رات کو خواب بھی اچھے آئیں۔ہائیں آئیں گے جب اس عمر کے خواب تو کہاں کے اچھے۔اللہ میاں میں نے آپ سے وعدہ بھی کیا تھا۔کہ میں اب ساری آپ کی باتیں مانوں گی۔لیکن آپ نے میرے پہ یقین نہیں کیا۔دیکھیں اب میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔روہانسی ہو کر آخر اس نے اللہ پاک کے سامنے بھی اپنا غم سُنایا۔مہندی لگاتی صاعقہ نے ایک ہتھڑ مارا۔

منحوس کیا پتہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔دیکھا نہیں ناولوں میں کیسے پہلے ہیرو ظالم ہوتا ہے۔اور پھر بعد میں اس کے ظُلم سہہ سہہ کر ہیروئن آدھموئی ہو جاتی ہے۔تب ایک روز ہیرو

Copyright by New Era Magazine

اس کے عشق میں گوڈے گوڈے گرفتار ہو جاتا ہے۔ تم ناشُکری ہیروئنوں کا بھی کوئی حال نہیں۔ اللہ دے رہا ہے۔ تو لے لو۔ کیا پتہ عمر داؤد بھی تمہاری کہانی کا ہیرو ہو۔ صاعقہ نے کمال محبت اور سمجھداری یک وقت استعمال میں لاتے ہوئے کہا۔ تو طوبیٰ نے بڑی بے زاری سے سر جھٹکا۔

دور فٹے منہ ایسے ہیرو کے۔ جس کی مار کھا کھا کر پہلے میں آدھی پاگل ہوں۔ پھر کم بخت کو چھ سال میری ہڈیوں کا سرمہ بنانے کے بعد یاد آئے۔ کہ ہائے بیچارے کو تو مجھ سے پیار تھا۔ لانت پاؤ۔ اس نے جس طرح اور جس انداز میں کہا تھا۔ عائشہ ہنستی چلی گئی۔ جبکہ صاعقہ نے ہونٹ گول کئے۔

بیٹا محبت حاصل کرنے کے لئے بھی قربانی دینی پڑتی۔ ایسے پلیٹ میں رکھ کر تو کچھ بھی نہیں ملتا۔ صاعقہ اسے نکتے پہ تھی اب بھی۔

تم آخر کیوں چاہتی ہو۔ کہ صبح شام میرے سر میں جوتے پڑیں۔ خیر کسی ہیرو نے آج تک جوتے تو نہیں مارے۔

ہاں یہ تو ہے۔ صاعقہ اور عائشہ کو ایک دوسرے کی بات سے اتفاق تھا۔

ایک ہی بات ہے۔ جوتوں کی کسر منھوس اور بہت سی باتوں سے نکال لیتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں اور بہت سی ہنسی کے ساتھ طوبیٰ کے کمرے سے وہ رات کیسے گُزری اُنہیں ذرا احساس نہ ہوا۔ اور فجر کی نماز ادا کر کے وہ تینوں آرام کرنے کو لیٹ گئیں۔ جس وقت وہ کمرے میں

Copyright by New Era Magazine

آئیں۔ مل مل کے لحاف میں لیٹی طوبیٰ سوتی پہ ان کی نظر ٹھہر سی گئی۔ میرون قالین پہ چلتیں وہ اس تک آئیں۔ اور اس کے چہرے پہ بکھرے اس کے بالوں کو نرمی سے ہٹایا۔ اور پھر نظر اُٹھا کر اس کے بائیں جانب دُبکی عائشہ صاعقہ کو دیکھا۔ دھیمی سے مسکراہٹ اُن کے ہونٹوں کو چھو گئی۔ میری معصوم بچیاں۔ اس کے چہرے پہ نرمی سے بوسہ لے کر اُنہوں نے چھوڑا۔ اس کے بال سُلجھانے لگیں۔

طوبیٰ تم تو میری گُڑیا ہو۔ میری شہزادی۔۔۔ وقت حالات اور ماحول مجھے ڈراتا ہے۔ میں چاہتی ہوں میں اپنے اللہ کے پاس جانے سے پہلے تمہیں ایک مضبوط سہارے کے سُپرد کر دوں۔ جو تمہیں ہماری ہی طرح بہت خیال اور محبت سے رکھے۔ اور عمر تمہارے لئے سب سے بہترین انسان ثابت ہو گا۔ اپنی ماں کا مان کبھی مت ٹوٹنے دینا۔ اور ان کے گھر کو ہمیشہ جوڑ کر رکھنا۔

اُنہیں لگ رہا تھا۔ کہ وہ سو رہی ہے۔ مگر وہ تو ان کے آغوش کی حدت محسوس کرتے ہی جاگ چکی تھی۔ اور اب آنکھیں موندے ان کی باتیں سُن رہی تھی۔ اس نے اپنی اندر گرتی نمی کو محسوس کیا تھا۔ امی جی سے اُسے ہمیشہ شکوہ رہتا تھا۔ کہ وہ کبھی اس سے نرمی اور محبت سے بات نہیں کرتیں۔ مگر اس لمحے اسے لگا۔ کہ وہ کبھی کوئی ایسا کام کر ہی نہ سکی کہ وہ اس سے نرمی سے پیش آتیں۔ اس نے آنکھیں کھولنے کا سوچا ہی تھا۔ جب تائی جان کی محبت بھری آواز سُن کر وہ باز رہی۔

Copyright by New Era Magazine

فاطمہ مجھ پہ اور اپنے عمر پہ بھروسہ رکھو۔اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے باتیں کرنے میں اتنی مگن تھیں۔ کہ اُنہیں ریحانہ بھابھی کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا تھا۔وہ ان کے جانب بڑھتے محبت سے بولیں۔تو فاطمہ نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

بس بھابھی میری طوبیٰ سے اگر کبھی کوئی جانے انجانے میں غلطی ہو جائے تو پلیز آپ اور عمر غصہ مت کیجئے گا۔بلکہ اسے نرمی سے سمجھائے گا۔میری طوبیٰ پیار کی بہت بھوکی ہے۔آپ کی بات وہ فوراً سمجھ جائے گی۔

فاطمہ میں جانتی ہوں۔طوبیٰ میری بھی تو بیٹی ہے۔تم فکر مت کرو۔ان کا کندھا سہلاتے اُنہوں نے حوصلہ دے کر اُٹھنے کا اشارہ کیا تو فاطمہ مسکراتیں۔اُٹھ گئیں۔

تم بس اب آکر تیاری دیکھو۔ہمارے بچوں کی خوشی ہے۔کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔تائی جان کی آواز میں چُھپا جوش اور امی جی کے لہجے سے ٹپکتی محبت اور خوشی نے اسے اندر تک خاموش اور پتہ نہیں کیسے پُر سکون بھی کر دیا۔اور پھر وہ سکون آخر تک قائم رہا۔

:::::::::::

نرم سی میوزک کی دُھن اور زرق برق لباسوں میں ہلہ مچاتی خواتین میں ہنستے مُسکراتے مرد۔ گھر کے سامنے بنے لان کو سجا کر نکاح کا شاندار انتظام کیا گیا تھا۔جگہ جگہ چم چماتی قمقموں میں گونجتے قہقہے اور پیار محبت کی باتیں۔وہ اس وقت پالر میں تھی جب عمر داؤد سفید کاٹن کے شلوار قمیض پہ بلڈ ریڈ واسکٹ پہنے اپنے دوستوں کے حلقے میں سٹیج پہ آیا۔سب مہمان اس کے

Copyright by New Era Magazine

گِرد گھیرا تنگ کئے اسے تنگ کرنے میں مسروف تھے۔ جب سرخ پورچ میں آ کر کار رُکی تھی۔ عائشہ اور صاعقہ کے حلقے میں وہ اپنے بابا کے ساتھ آئی تھی۔ جمشید صبح پہنچے تھے۔

اوئے ہوئے۔۔۔ طوبیٰ عمر داؤد تو بہت قیامت ڈھا رہا ہے۔ ایک آنکھ دبا کر عائشہ نے کہا تو طوبیٰ جواب میں مسکرا بھی نہ سکی۔ اسے پارلر سے سیدھے وہ اس کے کمرے میں لے آئی تھیں۔ اور اب وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ عائشہ کسی کام سے باہر نکلی تو واپسی پر اُچھلتی کودتی واپسی آئی تھی۔ اس کی باقی ماموں کی بیٹیاں اور باقی کزنز اووو ہووو کی آوازیں نکالنے لگی تھیں۔ وہ سر جُھکا کر رہ گئی۔

توبہ لڑکی تم تو شرما رہی ہو۔ ماورہ نے اس کی ٹانگ کھینچی تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ اگر اس بیوٹیشن نے رونے اور زیادہ ہنسنے سے منا نہ کیا ہوتا تو وہ بتاتی۔

ہائیں۔۔۔ یہ چپ کیوں ہے۔ یار طوبیٰ گھبراؤ مت۔ عمر داؤد انسان ہی ہے۔ اگرچہ رعب ہر وقت ایسے ڈالتا ہے جیسے کسی ریاست کا گورنر ہو۔ پر کوئی نئیں۔ تم جب بیلن سے اس کے پیچ درست کرو گی۔ تو یقین کرو۔ بھلا چنگا ہو جائے گا۔ بے تُکان بولتیں وہ سب اس کا ضبط آزمہ رہی تھیں۔

صاعقہ ان کا منہ بند کرواؤ۔ ورنہ اگر میرا ہاتھ جوتے تک گیا۔ تو پانی پت کی جنگ ہو گی۔ دانت کچ کچا کر ان نے بہت ضبط کرتے کہا۔ تو صاعقہ نے اپنی ہنسی کا گلا بمشکل گھونٹا۔ اور سب لڑکیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر کمرے سے باہر نکال دیا۔ اور ابھی اس نے سکون کا سانس بھی نہ لیا

Copyright by New Era Magazine

تھا۔جب نکاح کا شور ہوا۔۔۔مولوی صاحب آئے تو اس کے دوپٹے کا گُھنگٹ نکال دیا گیا۔وہ اندر آنے والوں کے صرف پاؤں دیکھ سکتی تھی۔وعدے،عہد،گواہیاں ہوئیں۔اللہ کو گواہ بنایا گیا۔اور طوبیٰ کے تمام حقوق عمر داؤد کے نام کر دئے گئے۔معملہ محض لمحوں کا تھا۔وقت حالات اور اس کا دل کیسے بدل رہا تھا۔اس کی سمجھ سے باہر تھا۔جس وقت اسے سٹیج پہ لا کر بیٹھایا گیا۔وہ اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سُن رہی تھی۔اور اسے خوف تھا۔کہ کہیں ان کی آواز عمر داؤد نہ سُن لے۔اور شائد وہ سُن بھی رہا تھا۔اس نے اسے بار بار ٹیشو سے اپنے ہونٹ اور ماتھے کو تھپ تھپاتے اپنی بگڑتی حالت کو چُھپانے کی کوشش کرتی۔

کیا تم گھبرا رہی ہو؟اپنی مسکراہٹ کو روک کر ذرا ترچھے ہو کر اس نے پوچھا۔تو طوبیٰ کی ہتھیلی بھیگتی چلی گئی۔اور اسے سمجھ نہیں آئی۔کہ وہ کیا کہے اس لئے محض سر نفی میں ہلا دیا۔

ہاں س۔۔۔میں بھی کہوں تم جیسی بھوتنی ڈرنے والی تو نہیں ہو سکتی۔اچھی بات ہے۔مجھے حیران ہونے سے بچا لیا تم نے۔ابرو اُٹھا کر اس نے کمال بے نیازی سے کہا تو طوبیٰ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

ویسے جب تم چپ ہوتی ہو قسم سے بہت اچھی لگتی ہو۔میرا بس چلے تو میں اس وقت کو ہی روک دوں۔وہ چپ ہے۔اس بات کا فائدہ وہ بھرپور اُتار رہا تھا۔اور طوبیٰ کا دل چاہ رہا تھا۔رکھ کے ایک لگائے اور بتائے کہ وہ بدلی نہیں۔رشتہ بدلنے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔مگر زبان کو مجبوراً تالو سے جوڑے رکھنا پڑا۔کہ امی کہتی ہیں کہ جو دُلہنیں زیادہ بولتی ہیں۔ان پہ

Copyright by New Era Magazine

روپ نہیں آتا۔اب وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ اتنے میک اَپ کے بعد بھی تصویریں اچھی نہ آئیں۔اتنی محنت کے ساتھ دُلہن کا یہ بھی ارمان پورا نہ ہو۔پھر تو ظلم ہو اناں۔

ویسے کیا گونگے کا گُڑ کھالیا تم نے۔؟ع

مر چُپ کر جاؤ۔ورنہ میں جگہ اور مقام دونوں بھول جاؤں گی۔دانت کچ کچا کر ان نے تنک کر کہا۔تو ایک جاندار قہقہہ اس کا نکلا۔ سٹیج کے گرد بیٹھے تمام نفوس نے اُنہیں گھورا تو طوبیٰ کا سر مزید جُھک گیا۔

تم ذرا مجھے ادھر سے اُٹھ لینے دو۔دونت پیس کر اس نے محض سوچ کر سر ہلایا تھا۔عمر اس کی حالت سے خوب لُطف اُٹھا رہا تھا۔

ویسے کہیں تم مجھ سے بعد میں ملنے کا تو نہیں سوچ رہی۔وہ اس سوچ جیسے پڑھ رہا تھا۔طوبیٰ کا دل چاہا رو دے۔وہ اسے جا نبھوج کے زچ کر رہا تھا۔

تم اور تمہاری یہ شکل۔۔۔اس نے بہت مدھم آواز میں جواب دیا تھا۔وہ اسے بالکل بھی یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی۔ کہ وہ گھبرائی ہے۔

بہت پیاری ہے ناں۔ابرو اُٹھا کر تائعد چاہی۔ہاں کچھ زیادہ ہی۔بڑبڑائی۔

::::::::::::

خوبصورت مدھم ہوا۔میں وہ بالکنی پہ کھڑی تھی۔چہرے پہ میک اَپ کے مٹے نقوش،کھولے بال۔جو کہ مدھم ہوا کے دوش پہ جھول رہے تھے۔اور نکاح کا لباس پہنے سرخ دوپٹے کو دائیں

Copyright by New Era Magazine

کندے پہ ڈالے ہوئے۔ جس کا ایک کنارہ بالکنی کے فرش کو چھو رہا تھا۔ وہ لان میں کام کرتے ملازمین کو دیکھ رہی تھی۔ اور منہ بگاڑ کر اُنہیں بے دردی سے لائٹیں کھینچتے دیکھ رہی تھی۔

ابھی تو میں نے انسٹاء پہ لگانے کے لئے کوئی تصویر بھی نہیں کھینچی اور اُنہوں نے اُتارنی بھی شروع کر دیں لائٹیں۔

کیا اللہ میاں اب میری اتنی سی خواہش بھی پوری نہیں ہو گی۔ آہیں بھرتے۔ منہ بگاڑتے وہ بالکل بچی لگ رہی تھی۔

نہیں پوری تو سب ہو سکتی ہیں۔ اگر کوئی انسانوں والی ہو۔ پُشت پہ ہاتھ باندھے وہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا کہہ رہا تھا۔ ہاں اب تم تو یہی کہو گے۔ وہ اس کے آنے پہ بالکل نہیں چونکی تھی۔ شائد غیر ایرادی طور پہ وہ اسی کی منتظر تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

کیوں میں کیوں کہوں گا۔ اس کے برابر کھڑے نیچے جھانکتے اس نے پوچھا تھا۔ اس لئے کہ اب تمہیں جو میرے خرچے اُٹھانے پڑیں گے۔ میری ہر خواہش کو بے کار کہہ کر تم رد نہیں کرو گے سمجھے۔ حکم تو وہ ہمیشہ سے دیتی آئی تھی۔ اب بھی دے رہی تھی۔ شہادت کی اُنگلی اُٹھا کر تاکید کرتی۔ عمر نے اپنی دوسری انگلی اس کی انگلی میں ڈال کر جھٹکا دیا۔

سمجھ گیا مادام اور کوئی حکم ہے۔ تو وہ بھی دے دیں۔ گہری آنکھوں سے دیکھتے مسکرا کر کہا۔ تو وہ اپنی انگلی کھینچ کر سر نفی میں ہلانے لگی۔

نہیں بس۔

Copyright by New Era Magazine

اچھا۔اوہ مجھے لگا تھا۔تم یہ لمبی سی لِسٹ بنا کر تھما دو گی۔ چلو شُکر ہے۔

ویسے کیا تم شرما رہی ہو۔؟وہ سر جُھکا کر انگلیاں چٹخا رہی تھی۔جب دل جلانے کو اس نے پوچھا۔طوبیٰ نے بڑے غصہ سے گھورا تھا۔

شرماتی ہے میری جوتی۔اسے تو آگ ہی لگ گئی تھی۔اوہ۔۔۔

ویسے کتنی بات ہے۔تم نہیں شرماتی لیکن تمہاری جوتی شرما رہی ہے۔تم سے بہتر۔۔۔

عمر۔۔۔وہ اس کی بات کاٹ کر بیچ میں ہی دھاڑی تھی۔ نکلو۔۔۔شکل گُم کرو اپنی۔تم جیسا ۔۔۔اے لڑکی۔۔۔شرم کرو۔شوہر ہوں تمہارا۔عزت بھی کسی چڑیہ کا نام ہے۔

ہو گی۔پر تمہارے لئے نہیں۔اسے لگا تھا۔اس پہ ضرور اس رشتے کا کوئی رنگ چڑھا ہو گا۔پر وہ تو ویسے کا ویسا ہی تھا۔کھلنڈرا۔ناولوں کے ہیرو تو ایسے نہیں ہوتے۔اس نے سوچ کر سر جھٹکا۔

اچھا بات سُنو۔۔۔اتنا میک اَپ کیوں کروالیا تھا۔قسم لے لو۔جو ایک بھی تصویر اچھی بنی ہو۔ مسکراہٹ روک کر اس نے جانبھوج کر نازک ترین معملہ اُٹھایا تو طوبیٰ کا چہرہ دیکھ کر بے اختیار ہنس بھی دیا۔جو ہونٹ لٹکائے اسے دیکھ رہی تھی۔کیا سچ میں کوئی اچھی نہیں آئی۔

نہ۔۔۔ایک بھی نہیں۔عمر۔۔۔میں نے تو اتنا چھا میک اَپ کروایا تھا۔ناولوں کی ہیروئنوں کی ہر تصویر ہی اچھی آتی ہے۔اور ایک میں ہوں۔جو لاکھ روپیہ بھی میک اَپ پہ لگا دے ویسی کی ویسی تصویریں۔ہاتھ جھٹک کر اس نے بہت غمگین لہجے میں کہا تو عمر اس کا بچپنا دیکھ کر رہ گیا۔

Copyright by New Era Magazine

بات سُنو۔۔۔ تمہاری عمر کیا ہے؟ اس عجیب سے سوال پہ اس نے گھور کر دیکھا تھا۔ گھور بعد میں لینا پہلے سوال کا جواب دو۔

اٹھارہ سال اور دو ماہ۔۔۔ منہ بگاڑ کر کہا۔ اب ضرور کسی نئی بات پہ لیکچر ہو گا۔ اٹھارہ سال اور دو ماہ کی ہو تم۔ لیکن ابھی تک بچوں جیسی عادتیں۔ اب تو تم منکوحہ بھی بن چکی۔ سُدھر جاؤ۔ اور ناولوں سے باہر نکل آؤ۔ ہاں ں س۔ مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا۔

دیکھا وہی ہوا ناں۔ ابھی نکاح ہوئے گھنٹے بھی نہیں گُزرے کے آ گئے محترم رعب ڈالنے۔۔۔ عمر میری بات۔۔۔

او میری جنگلی بلی بات تو سُن لو۔ ایک بولنے لگی۔ تو بولتی چلی گئی۔ اسے ٹوکنا پڑا۔

دیکھو ناولوں کے کردار سب کے سب مصنوعی ہوتے ہیں۔ مانتا ہوں کے اُن سے اچھی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔ پر۔۔۔ کان کُھجاتے ہوئے۔ پر تم لڑکیاں اچھی باتوں پہ ھیان دینے سے زیادہ ہیرو کی پرسنیلٹی، شہرت، نام اور پیسہ دیکھ کر آہیں بھر رہی ہوتی ہو۔ اصل ناولوں سے کہیں زیادہ دلکش ہے۔ اور کہیں زیادہ تکلیف دے۔ اس لئے اگر چاہتی ہو۔ کہ تم کسی ناول کی ہیروئن ہو۔ اور تمہارا ایک عدہ بیچارہ سا شوہر بھی ہو۔ تو اس کے لئے پہلے تم لوگوں کو زندگیوں کی تلخیاں جھیلنی پڑیں گی۔ پر تلخی کی طرف تم لڑکیاں آتی ہی نہیں ہو۔ اگر جو ذرا سا کانٹا بھی چُب جائے۔ تو ہائے اوئی کا شور مچا کر آدھا گھر سر پہ اُٹھا لیتی ہو۔ وہ نہیں دیکھا۔ کہ ناولوں کی ہیروئنیں کیسے مضبوط اور بہادر ہوتی ہیں۔ اور سب سے الگ پڑھا کو۔ اور ٹوپر بھی۔ اور ایک تم

Copyright by New Era Magazine

ہو۔۔۔ آخر میں اس نے افسوس سے اسے سر پہ پاؤں تک دیکھ کر سر جھٹکا تھا۔ طوبیٰ کا تو منہ ہی کھول گیا۔

ایسے مت گھورو۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ تم۔۔۔ تم تو ناول نہیں پڑھتے پھر؟

دیکھو طوبیٰ۔۔۔ میں ایک پریٹیکل انسان ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ تم بھی بنو۔ دنیا میں رہتا ہوں۔ اس لئے سب جانتا ہوں۔ اور اب یہ منہ بند کر لو۔ اس کا منہ کھولا ہوا تھا۔ طوبیٰ سے تو اس کا انداز ہی ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ تبھی منہ بند کر کے بگاڑا بھی۔ عمر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اور جب بولا تو بہت سنجیدہ تھا۔ طوبیٰ اسے دیکھنے لگی۔

طوبیٰ جب تم مسکراتی ہو۔ میرے لئے تمہارا مسکرانا ایسے ہوتا ہے جیسے۔۔۔ جیسے سیاہ بادلوں کی اوٹ سے چودھویں کا چاند نکل آئے۔

تم مُسکراتی ہو تو مجھے لگتا ہے جیسے زندگی مسکرا رہی ہو۔ وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اور طوبیٰ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ کیا کرے۔

تم میرے لئے بہت معنی رکھتی ہو۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ تم میری ہر بات کو مزاق میں لو۔ زندگی بس ایک بار ملتی ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم اسے بیکار میں ضائع کر کے بعد میں پچھتاؤ۔۔۔ اس نے بہت نرمی اور محبت سے اُسے سمجھایا تھا۔

تم نے مجھ سے نکاح کیوں کیا؟ اگلے سوال پہ وہ چونکا تھا۔ اُسے اُمید نہیں تھی۔ کہ وہ یہ پوچھے گی۔

Copyright by New Era Magazine

کیوں کے کوئی تم سے شادی نہیں کر رہا تھا۔ بڑی متانت سے جواب دیا۔

اچھاااا! اور یہ عظیم قربانی دینے آپ چلے آئے۔ اس قدر بے کار جواب پہ وہ بد مزہ ہوتے ہوئے بولی۔ تو عمر اسی طرح سنجیدہ رہا۔

میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں۔ اور چاہتا ہوں کے تم بھی سنجیدگی ظاہر کرو۔

لوووو۔ تو تمہیں کیا لگ رہا کہ میں مزاق کر رہی۔ عمر داؤد میں سنجیدہ ہوں۔

اچھا۔۔۔ لگ تو نہیں رہا۔ خیر۔ امی جی نے مجھ سے پوچھا۔ اور میں انکار نہ کر سکا۔

تو پھر وہ گاڑی میں جو تم چھُری اور رسی کی بات کر رہے تھے وہ؟ اسے جیسے یقین نہ آیا۔

وہ۔۔۔ وہ تو میں اپنے دوست کو ہسپتال سے کالج کے لئے ڈیڈ باڈی لینے کا کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے زاویے دیکھتے اس نے کہا۔ تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ م

جھے لگا تم مجھے مار دو گے۔ عائشہ، صاعقہ کا بھی یہی خیال تھا۔

تم پاگل ہو۔۔۔ میں ایسا کیوں کرتا۔ اور یہ بیکار کی باتیں سوچنے کو اتنا دماغ کہاں سے لاتی ہو۔ اسے بُرا لگا۔ اب کوئی اتنا بھی کیا لائی لگ ہو۔

تم کیا اس لئے نہ کرتے کیونکہ تمہیں مجھ سے۔۔۔۔ لہجہ ذو معنی بناتے آنکھیں گھماتے اس نے کچھ کہنا چاہا پر وہ ٹوک گیا۔

ہاں کیا تم سے۔۔۔ وہ سچ میں بہت سنجیدہ تھا۔ طوبیٰ کے سامنے کھڑا ابرو اُٹھا کر پوچھنے لگا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

Copyright by New Era Magazine

کیونکہ۔۔۔کیونکہ تم مجھ سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔اٹک اٹک کر کہا۔اینڈ سے اس نے بات بدل دی تھی۔

اوکم آن طوبیٰ پھر وہی بات۔میں کیوں لینے لگا تم سے بدلہ۔تم نے کونسے میرے نانے دادے کی جائداد پہ قبضہ کیا تھا۔اور ایک بات کل تم میرے ساتھ جا رہی ہو۔یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لئے۔ٹھیک آٹھ بجے مجھے گیٹ پہ نظر آؤ۔وہ کبھی سخت ہو جاتا تھا۔اور کبھی روئی کی طرح نرم۔

میں کوئی نہیں جانا۔۔۔آدھی جُھکی آدھی اُٹھی آنکھوں سے اسے دیکھتے اس نے انکار کیا۔تو عمر مسکرا سر نفی میں ہلانے لگا۔

میں ڈاکٹر بننے والا ہوں۔اور بالکل نہیں چاہتا۔کہ میری بیوی سیکنڈ ڈویژن ایف اے ہو۔اس لئے شرافت سے بعض آؤ۔انگلی اُٹھا کر تاکید کرتا وہ واپس مُڑا تھا۔طوبیٰ سے گھور رہی تھی۔

اور ہاں۔۔۔وہ جاتے جاتے رُکا۔

ناولوں میں کبھی کبھی سب سچ نہیں ہوتا۔حقیقت کیا ہے۔اس پہ غور کیا کرتے ہیں۔ایش گرے پنٹ کوٹ میں تھا اب وہ۔پنٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے نرمی سے اُس نے کہا۔تو طوبیٰ بھی جواب میں مسکرا دی۔

تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہے ناں۔عمر داؤد نے جاتے جاتے عجیب سا سوال پوچھا۔تو طوبیٰ نے مُسکرا کر سر ہلا دیا۔

Copyright by New Era Magazine

گُڈ۔۔۔زیادہ دیر یہاں مت کھڑے ہونا۔موسم بدل رہا ہے۔بیمار ہو جاؤ گی۔

اللہ حافظ۔۔۔"☆

بہت خلوص اور بہت ساری محبت لہجے میں سموئے اس نے کہا۔اور واپسی کے لئے مُڑ گیا۔اور طوبیٰ مسکراتے ہوئے کے غائب ہونے ک اس کی پُشت کو دیکھتی رہی۔

عمر داؤد ایک دم سے اچھا لگنے لگا۔یہ کوئی ماننے والی بات نہیں تھی۔پر حقیقت یہی تھی۔ اور ناول کی زندگی سے کہیں زیادہ حسین حقیقت کی زندگی ہے۔اس بات کا احساس اسے ابھی ہوا۔جب عمر کا محبت اور فکر لئے ہوئے لہجہ دیکھا۔اور حقیقت زندگی کتنی تلخ ہے۔اس بات کا فیصلہ ابھی وقت کو کرنا ہے۔لیکن اسے اُمید تھی۔کہ وہ عمر داؤد جیسے اچھے انسان کے ساتھ زندگی گُزارے گی۔تو ہر مشکل کو بھی وہ آسانی سے نہیں تو کسی نہ کسی طرح گُزارنا سیکھ ہی جائے گی۔مسکرا کر سر جھٹک کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔ابھی اس نے کہا تھا۔زیادہ دیر مت کھڑی ہونا۔بیمار ہو جاؤ گی۔اسے اس کی بات ماننا تھی۔کہ اب وہ اسی کی امانت تھی۔

***

ختم شُدہ

Copyright by New Era Magazine

نوٹ

چودھویں کا چاند پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine
http://www.neweramagazine.com
New Era MAGAZINE

کچھ نیو ایرا میگزین کے بارے میں

نیو ایرا میگزین نے اپنے سفر کا آغاز 2 نومبر 2018 سے کیا ہے۔ نیو ایرا میگزین کی تخلیق کا مقصد ادب کی ترقی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نئے آنے والے اور سوشل لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کرنا ہے۔ جہاں وہ اپنی لکھنے کی صلاحیت کو فروغ دے سکیں۔ اُردو ادب کے میدان میں ہمارا مقصد قارئین تک غلطیوں سے پاک مواد کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔ اگر آپ کے اندر ایک لکھاری کی خصوصیات پائی جاتی ہیں تو بلا جھجک ہمیں اپنی تحریر neramag@gmail.com پر بھجوا دیں یا پھر آپ ہمیں فیس بک پیج پر بھجوا سکتے ہیں۔ Fb/Page/New Era Magazine ہماری کوشش ہو گی کہ قارئین اور اپنے لکھاریوں کے ساتھ بھرپور تعاون کریں جہاں تک ممکن ہوا ہم آپ کی تحاریر کو ضرور فروغ دیں گے۔ ان شاءاللہ آپ ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میدان میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

ہم شکر گزار ہیں مصنف کہ جو انہوں نے ہمارے لئے وقت نکالا اور ہم پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی تحریر ہمیں شائع کرنے کیلئے بمعہ جملہ حقوق کے دی۔ ان شاءاللہ ہم ان کو مایوس نہیں کریں گے جنہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ہمیں اپنا قیمتی وقت بخشا۔ (جزاک اللہ)

ادارہ
نیو ایرا میگزین

Copyright by New Era Magazine